دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی
ماہنامہ
الحق
زیر سرپرستی
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم
اکوڑہ خٹک ضلع پشاور
پاکستان
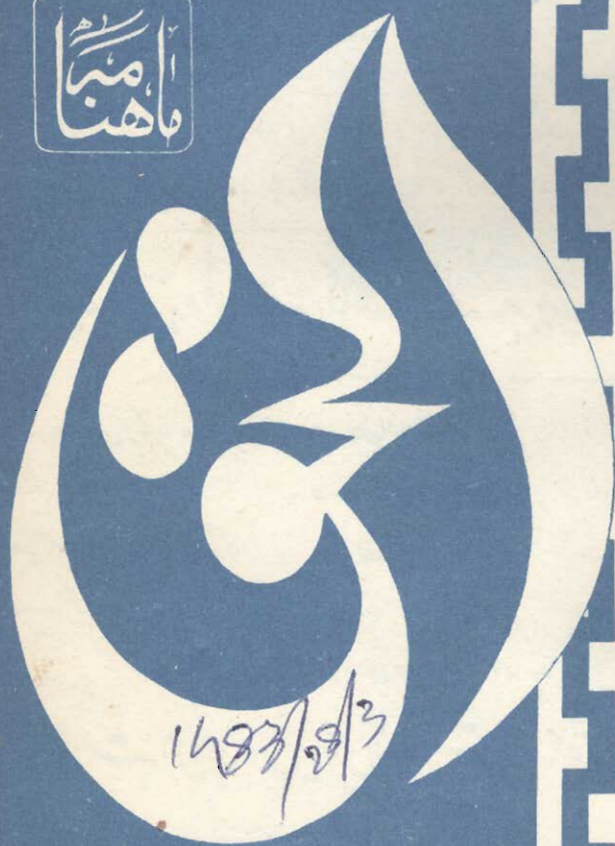
مؤتمر المصنّفین کی ایک تازہ تاریخی پیشکش

قادیان سے اسرائیل تک

تالیف و اشاعت ———————— مؤتمر المصنّفین

" قادیانیت مذہبی سے زیادہ ایک اسلام دشمن سامراجی سیاسی تنظیم ہے، برطانوی سامراج اور یہودی صیہونیت نے اس سیاسی تحریک کو عالم اسلام کے خلاف کیسے کیسے استعمال کیا؟ اسرائیل کے قیام میں اس کا کردار کیا تھا؟ ایسے تمام مخفی گوشوں کا پہلی بار جامع مستند اور مدلل انداز میں تحقیقی جائزہ"

کتاب کے تیرہ ابواب کی ایک جھلک ہر باب کئی ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے

۱۔ سیاسی تحریک مذہبی بہروپ
۲۔ یہودی مسیح موعود
۳۔ سامراجی صیہونی آلہ کار
۴۔ حکیم نورالدین کا دور
۵۔ سیاسیات دور ثانی
۶۔ مرزا محمود کی لندن یاترا
۷۔ لندن منصوبے کی تکمیل
۸۔ نئے مبلغ نئے فتنے
۹۔ عالمی استعمار کے گماشتے
۱۰۔ جنگ عظیم اور قادیانی تحریک کار
۱۱۔ تحریک پاکستان اور قادیان
۱۲۔ اقوام متحدہ اور مسئلہ فلسطین
۱۳۔ یہودی ریاست کے سائے میں

بلاشبہ اس موضوع پر پہلی ایسی مستند اور محققانہ کتاب

جس کیلئے

صدہا قادیانی غیر قادیانی اور یورپی مآخذ کو کھنگالا گیا ہے۔

آج ہی طلب فرمائیں —— تبلیغ کے لئے سو نسخے طلب کرنے والوں کو ۳۳ فی صد رعایت۔

قیمت: ۱۵/- روپے ، صفحات: ۲۲۴ ، کاغذ: عمدہ ، طباعت: ونڈایک/آفسٹ ، ٹائٹل جدید طرز

مؤتمر المصنّفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

—— پاکستان ——

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ -/۲۰ روپے ۔ فی پرچہ ۲ روپے
بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ ہوائی ڈاک ۲ پونڈ

جلد نمبر: ۱۴
شمارہ نمبر: ۵

ربیع الاول ۱۳۹۹ھ
فروری ۱۹۷۹ء

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

خدارا مدارس عربیہ کو بازیچۂ اقتدار نہ بنائیں

پچھلی فرصت میں ہم نے مدارس عربیہ کے موجودہ نظام ونصاب اور اسکی آزادانہ حیثیت پر گفتگو کرتے ہوئے دین اور ملت کے بنیادی مفادات کی بناء پر مدارس عربیہ کو کسی بھی وقتی حکومت اور اقتدار کے عمل دخل سے آزاد رکھنے پر زور دیا تھا۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ مدارس ان حکومتوں کے دریوزہ گر نہ بن کر رہ جائیں جو وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں اور کوئی ضمانت نہیں دے سکتا کہ کسی وقت کرسیٔ اقتدار پر ایسے لوگ فائز نہ ہوں گے جو مدارس دینیہ اور علوم اسلامیہ کے ان سرچشموں کو اپنے سیاسی نظریات واغراض اور مفادات کے تابع ہونے پر مجبور نہ کریں۔ یہ مدارس حریتِ فکر اور اللہ کے بھروسہ پر کلمہ حق اور پرچم حق بلند رکھنے کے مراکز ہیں اگر وہ اربابِ اقتدار کے ہاتھ کی چھڑی اور جیب کی گھڑی بن کر رہ جائیں تو انسانیت کی رہنمائی اور رواں دواں زندگی کی قیادت و ہدایت کا سارا رہا سہا کام درہم برہم ہو کر رہ جائے ہو سکتا ہے کہ آج کوئی صالح قیادت اور مومن حکومت مخلصانہ اور خیر خواہانہ ارادوں کے ساتھ مدارسِ عربیہ کے حریم قدس میں داخل ہو جائے مگر ایک بار دروازہ کھل جانے کے بعد کسی بھی حکومت واقتدار کو اس حریم کے توڑ پھوڑ اور اس کی حرمت کی پائمالی سے روکا نہیں جا سکے گا، جن ممالک اسلامیہ میں یہ احترام وتقدس ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اور مدارسِ عربیہ بھی لیلائے اقتدار کی جبہ سائی پر مجبور کیئے گئے، وہاں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی پائمالی کیسے کیسے طریقوں سے ہوئی۔ برّصغیر کی دینی حالت اور علمی تشخص اور حریتِ فکر کا نقشہ اگر مصر وشام اور عراق وافغانستان کے مستبدانہ لادینی نقشوں کی طرح نہیں تو یہ انہی بے بس اور پراگندہ حال مدارس عربیہ کا صدقہ ہے جو سے

ما ہیچ نداریم غم ہیچ نداریم   دستار نہ داریم غم پیچ نہ داریم

کے مصداق ہر غم دزد و کالا سے بے نیاز اپنے گلیم فقر کے سامنے شاہان کجکلاہ کی شوکت وسطوت کو ہیچ سمجھتے تھے، برّصغیر میں ان مدارس عربیہ کا علمی قبلہ وکعبہ دار العلوم دیوبند ہے جو نہ صرف ان مدارس کا مرکز ومحور اور مصدر و منبع بلکہ برّصغیر کے تمام دینی دعوتی، علمی، ملی اور سیاسی سرگرمیوں کے لئے قطب الرحیٰ کی حیثیت رکھتا ہے —— (یہ عقیدت اور مبالغہ نہیں بلکہ بعض اصحاب فراست کی ایسی مکاشفانہ انکشافِ حقیقت ہے جسکی صداقت پر کوئی بھی بے لاگ تحقیق وتنقید مہر تصدیق ثبت کر سکتی ہے۔) اس سرچشمۂ علم کے معرفت آگاہ بانی حضرت مولانا

محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز کی اہم وصیت جو مدارس کے لئے پالیسی کے رہنما اصول (LEGAL FRAME WORK) کی حیثیت رکھتی ہے میں مدارس عربیہ کی اسی بے سروسامانی اور اسے کسی بھی حکومت وقت اور امارت و دولت کے سہاروں سے آزاد رکھنے پر زور دیا گیا ہے بصورت دیگر اعتماد و توکل علی اللہ کا سرمایہ ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اور نتیجۃً خدا کی غیبی دستگیری اور رہنمائی کی پونجی بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ دراصل مولانا نانوتویؒ مدارس کو اسلامی معاشرہ اور عامۃ المسلمین سے اور مسلمانوں کو مدارس عربیہ سے ایسے اٹوٹ رشتوں کے ساتھ وابستہ اور مربوط کرنا چاہتے ہیں کہ کسی بھی ایک کو دوسرے سے بے نیازی نہ رہے، یہ مدارس انسانی زندگی اور خدا و رسول اور قرآن و سنّت کے درمیان ایک پاور ہاؤس اور ٹرانسفارمر کی حیثیت رکھتے ہیں جن کا ایک سرا صاحب گنبد خضراء علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سے وابستہ ہے۔ تو دوسرا سرا مسلمانوں کے معاشرہ پوری انسانیت اور انسانی زندگی کے ساتھ، مدارس سے عام مسلمانوں کے امداد و تعلق و ارتباط کا یہ سلسلہ سرکاری سرپرستی اور امراء و حکام کے تکفل کی صورت میں ہرگز باقی نہ رہ سکے گا ان مدارس نے مدرسین راسخین بھی معاشرہ کو دیئے تو ہزارہا ہزار مصنفین اور محققین بھی یہی مدارس عام مسلمانوں کی دعوت و تبلیغ وعظ و تقریر امامت و خطابت کی ضرورت بھی پوری کرتے رہے تو استفتاء اور افتاء کی صورت میں لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی گھر بیٹھ کر دینی و علمی اور قانونی رہنمائی بھی ہوتی رہی یہیں سے مردہ دلوں کی کھیتوں کی دین و ایمان کی سرسبزی اور شادابی کا انتظام مشائخ تصوّف و سلوک اور مرشدین رشد و اصلاح کی شکل میں ہوتا رہا عام لٹریچر کے علاوہ صحافت کے میدان میں دینی رسائل و مجلات اخبارات و مقالات کے ذریعہ عظیم الشان خدمات ہوتی رہیں، سیاسی میدان میں ملّت مسلمہ کو امارت و سیادت اور بہترین مدبرانہ قیادت جو مدارس نے ہر دور میں فراہم کی اس کا موازنہ عصری تعلیم گاہوں سے کیجئے تو واضح فرق محسوس ہو جائے گا۔ پھر یہ سب کچھ مدارس میں کفاف و کفالت کے ان آخری شکلوں میں کیا گیا جن کا تصور بھی اقتصادیات کے ماہرین نہیں کر سکتے۔

آج کے کسی بڑے سے بڑے مدرسے اور دارالعلوم کے اخراجات کا موازنہ کسی چھوٹے سے چھوٹے کالج کے طول طویل اخراجات اور شاہانہ مشاہرات سے کر لیجئے تو ایک اور دس کی نسبت بھی کم ہوگی، میرے خیال میں پورے پاکستان کے سینکڑوں ہزاروں مدارس مکاتب اور ایسے دارالعلوم جو اپنے وسعت کار میں جامعات اور یونیورسٹیوں کے برابر ہیں ان کے تمام تعلیمی انتظامی اور تعمیراتی اخراجات کا تخمینہ ایک کروڑ تک بھی نہیں پہنچ سکے گا، دوسری طرف عصری تعلیم گاہوں کے شاہانہ مسرفانہ اخراجات تعیشات۔ فلک بوس عمارات ہزارہا ہزار کے گریڈ اور مشاہرے فردوسی اقامت خانے اور طرح طرح کے ہال اور تفریح گاہیں اور ان پر اٹھنے والے قوم کے خون پسینہ سے جمع کئے گئے اخراجات کا تخمینہ اربوں سے متجاوز ہو رہا ہے۔

ان مدارس عربیہ سے اگر اخلاص و ابتنا زہد و قناعت۔ کفایت شعاری اور سادگی کا سرمایہ بھی لوٹ لیا گیا تو

موجودہ مدارس کے اخراجات ایک کروڑ تو کیا بلا مبالغہ سو کروڑ میں بھی پورے نہ ہو سکیں گے جبکہ یہ مدارس اپنے پڑھنے والوں کو قیام و طعام علاج معالجہ روشنی کتابوں وغیرہ کی تمام سہولتیں بھی مذکورہ تخمینہ میں فراہم کرتے ہیں اور عصری تعلیم گاہیں ہر طالب العلم سے سینکڑوں ہزاروں کی فیسیں بھی وصول کرتی ہیں۔ الغرض دینی تعلیم و تعلّم اور مسلمانوں کی دینی قیادت اور ضروریات کی تکمیل کا بنیادی کام انہی بے سروسامان مدارس سے پورا ہو رہا ہے۔ جو مسلمانوں کی صدقات و عطیات اور پرخلوص تعاون سے چل رہے ہیں جبکہ حکومت کے رحم و کرم پر رہ جانے کی صورت میں یہ مدارس عام معاونین کے مومنانہ تعلق اور اعتماد و محبت سے بھی لازماً محروم ہوں گے۔ اور دوسری طرف اقتدار کی چوکھٹ پر اپنی ضروریات کا کاسۂ گدائی پھیلاتے پھیلاتے مدارس عربیہ سے وابستہ اہلِ علم عزتِ نفس، حریتِ فکر، اصابتِ رائے کی پونجی بھی لٹا دیں گے یا پھر ہاتھ توڑ کر بیٹھ جائیں گے۔

حکومت کیطرف سے اسلامی اصلاحات کے ضمن میں نظامِ عشر و زکوٰۃ کے اجراء و نفاذ کے جتنے بھی بہتر پہلو سامنے آسکیں اتنا ہی یہ اقدامات لائق تحسین و تبریک ہوں گے مگر تغیر کے اس پہلو کے ساتھ مدارس عربیہ کے حق میں شر کا ایک پہلو بھی ہے کہ یہ موجودہ نظام مسلمانوں کے صدقات واجبہ عشر و زکوٰۃ سے چل رہا ہے۔ اور جب رضا یا بالجبر دونوں صورتوں سے زکوٰۃ کی مستحق حکومت قرار پائے گی تو ان مدارس کی ضروریات پوری ہونے کی کیا صورت ہوگی اگر مدارس عربیہ کو چار و ناچار سرکاری خزانہ اور بیت المال سے وابستہ کر دیا جاتا ہے تو وہی بات ہوگی کہ مدارس اپنی آزادی کو برقرار نہ رکھ سکیں گے۔ اور جس صورت میں اوقاف کی مساجد کا حال ہے کہ کسی ایک ایک بلب اور رسّی و ڈول تک کیلئے دفاتر کے چکے کاٹنے پڑتے ہیں یا دوسری صورت یہ ہوگی کہ مدارس عربیہ کو سرکاری مدّات سے آزاد مسلمانوں کے اپنے اعتماد و تعلق پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ کسی مدرسہ کو ہر طرح پرکھ کر اعتماد کی بناء پر زکوٰۃ اور عشر اور عطیات سے چلا سکیں گے۔ اور حکومت چاہے تو ان مدارس کی تمام مدات آمد و خرچ کا سختی سے احتساب کر سکے۔

بہرحال یہ سب مشکلات مدارس عربیہ کے ارباب حل و عقد وفاق المدارس اور اسلامی و علمی حلقوں کے بروقت غور و فکر کی مستحق ہیں ورنہ خدانخواستہ خطرہ ہے کہ ملّت کے حق میں کسی بہتری کی توقع و امید پر ایک آزمایا ہوا تعلیمی و دینی نظام بھی افراتفری اور ابتری کا شکار نہ ہو کر رہ جائے۔ اور یہ ملّتِ مسلمہ کے لئے کسی طور پر بھی بہتر نہیں ہوگا۔ ولا نعلمھا اللہ۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک

اخبار جنگ کراچی کو انٹرویو

نظامِ تعلیم
مدارسِ عربیہ
شریعت بنچ
اور
اجتہاد

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب، اکوڑہ خٹک ملک کے جانے پہچانے ان ممتاز علماء میں سے ہیں جنکا حلقۂ فیض نہ صرف پورے ملک بلکہ باہر کے ممالک تک پھیلا ہوا ہے تقسیم سے قبل آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز اساتذہ میں سے تھے تقسیم کے بعد آپ نے اپنے شہر اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ کے نام سے دینی مدرسہ قائم کیا جو آج پاکستان کا ایک ممتاز تعلیمی ادارہ ہے۔ مولانا قیام پاکستان سے اب تک اس دارالعلوم میں دورۂ حدیث پڑھاتے رہے ہیں۔ اب تک یہاں مولانا سے تین ہزار علماء باقاعدہ سند حدیث حاصل کرچکے ہیں۔ آپ ۷۰ء سے قومی اسمبلی کے رکن چلے آرہے تھے۔ پچھلے الیکشن میں بھی آپ نے اس وقت کے صوبائی وزیر اعلیٰ نصراللہ خٹک کو بھاری اکثریت سے شکست دی۔ اور جیت گئے۔ مولانا کی ممتاز تعلیمی، سماجی اور سیاسی و قومی خدمات کے اعتراف کے لئے پچھلے دنوں پشاور یونیورسٹی نے آپ کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی، مولانا کافی عرصہ سے شوگر و امراض قلب میں مبتلا ہیں جسکی وجہ سے آنکھوں کی بینائی بھی متاثر ہوگئی ہے۔ اب جب مولانا مدظلہٗ آنکھوں کے علاج کے لئے کراچی تشریف لائے ہیں تو یہاں کے بیشمار علماء فضلاء و زعماء اور عقیدت مندوں نے ملاقات کا موقع غنیمت سمجھ لیا ہے۔ میں نے بھی اس موقع پر مناسب سمجھا کہ مولانا مدظلہٗ سے قارئین جنگ کے لئے انٹرویو لیا جائے۔ مولانا نے جناح ہسپتال میں میرے دو چار سوالات کا حسب ذیل مختصر جواب دیا۔ ضعف اور نقاہت کی وجہ سے مولانا کے لئے مزید کہنا مشکل تھا۔ اور میں نے بھی اسی پر اکتفا کرنا مناسب سمجھا۔ (محمد جمیل۔ جنگ۔ کراچی)

★

پہلا سوال موجودہ نظام تعلیم کے بارے میں تھا۔ اور یہ کہ عصری تعلیم گاہوں کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور کرنے کے لئے کیا صورت اختیار کی جائے۔ مولانا نے فرمایا:

اسلامی تعلیمات ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہیں اور اس میں کوئی نقص اور کمی نہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اب میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل و مکمل کردیا ہے۔ اور اپنی نعمت تمام کردی ہے۔ اس لئے اسلامی بنیادی

نعلیمات کو تو بغیر کانٹ چھانٹ کے لیا جائے ۔ اگر قدیم علوم اور اسلامی علوم کے ماہرین اور جدید علوم کے ماہرین یکجا بیٹھ کر ایسا مجموعہ مرتب کریں جس کی وجہ سے قدیم و جدید کا بُعد و تنافر کم ہو جائے تو بہتر ہو گا ، قدیم اور جدید علوم میں بنیادی طور پہ کوئی تنافر اور تضاد بھی نہیں جدید علوم انگریزی زبان میں ہیں اور قدیم اکثر عربی زبان میں ۔ قدیم علوم میں منطق ، فلسفہ ، ریاضی ، جغرافیہ ، حساب ، صرف و نحو اس میں شامل ہیں ۔ کچھ طب اور علاج کے علوم بھی ہیں ۔ ایسے علوم عصری علوم میں کچھ ترقی یافتہ شکل میں موجود ہیں نئی تعلیم گاہوں کو قرآن و سنت ، فقہ و اصول فقہ اور عربی ادب و گرامر کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے ۔ اگر کوئی کمیٹی ایسی بن جائے جو جدید و قدیم دونوں علوم کے ماہرین پر مشتمل ہو تو اس وقت دونوں علوم کے خلاصہ کو نکال کر دیکھ لیا جائے تاکہ ان میں تنافر اور تباعد نہیں رہے ۔

سوال :۔ دینی مدارس کے نصاب میں بنیادی تبدیلی اور نئے علوم داخل نصاب کرنے کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے ۔ ؟

دینی مدارس کا اوّلین اور بنیادی مقصد و مطمع نظر اسلام کے بنیادی اصول قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی ہے باقی علوم عربی ادب نحو و صرف بھی اس لئے پڑھائے جاتے ہیں کہ وہ علوم قرآن و سنت کے حصول کا ذریعہ ہیں اگر موجودہ جدید علوم کو بھی ان مدارس میں داخل کر دیا گیا ۔ تو پھر یہ خطرہ ہے کہ ان مدارس میں اسلامی علوم کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ جائے گی ۔ جبکہ پہلے سے جدید علوم کا تمام کالجوں اور یونیورسٹیوں پر ملک میں قبضہ ہے ۔ ہمیں خطرہ ہے کہ ان دینی مدارس میں کہیں فرق نہ آجائے اور یہ خطرہ ہے کہ وہ جدید علوم کے بھی ماہر نہ ہو سکیں گے ۔ اور قدیم علوم سے بھی محروم ہو جائیں گے ۔ دینی مدارس کی افادیت کی دلیل یہی ہے کہ اب تک یہ مدارس اسلام کی اصل شکل میں حفاظت کرتے چلے آرہے ہیں ۔ اور اب بھی اسلام اپنی صحیح حالت میں ان مدارس کی بدولت باقی ہے ۔ اگر ان میں سرکاری عمل دخل شروع ہوا تو خطرہ ہے کہ ان میں نہ جدید علوم رہیں گے نہ قدیم اور اس کے فضلاء نہ قدیم علوم کے ماہر ہوں گے نہ جدید کے ۔

سوال :۔ دینی مدارس میں سرکاری اور حکومتی مداخلت کے بارے میں دونوں کی رائے سامنے آرہی ہے ۔ مولانا آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے ۔ ؟

میری رائے میں دینی مدارس حکومتوں کی سرپرستی سے آزاد رہنے چاہئیں ۔ حکومتیں کرسی بچانے کی فکر میں رہتی ہیں اور بدلتی رہتی ہیں ۔ دینی مدارس کے اکثر فضلاء حق کو تختہ دار پر چڑھ کر بھی نہیں چھوڑتے ۔ اگر ان مدارس میں حکومت کا عمل دخل شروع ہو گیا تو یہ مدارس حکومت کی پالیسیوں کی تابع بن کر رہ جائیں گے ۔ جو نہایت مہلک ہے ۔ البتہ کسی بھی حکومت کو ملک کے تمام شعبوں اور اداروں کے حساب و کتاب چیک کرنے سے روکا نہیں جا سکتا ۔ مدارس دینیہ کا حساب کتاب صاف رہے گا تو انہیں محاسبہ کا کیا ڈر ہو گا ۔

سوال :۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جو کچھ کیا اور کہا جا رہا ہے اس کے بارے میں آپ مطمئن ہیں ؟

موجودہ حکومت نے شریعت بنچوں کے قیام کا جو قدم اٹھایا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ان بنچوں کے رکن ایسے علماء بھی ہونے چاہئیں جو اسلامیات کے ماہر، شریعت کے جزئیات وکلیات پر گہری نظر رکھتے ہوں۔ جید علماء ہوں، عربی زبان میں پورا عبور رکھتے ہوں۔

سوال :- مولانا اس کے لئے اجتہاد کیا جائے گا اور کیا صورت ہوگی۔؟

شریعت کے اصول وکلیات محفوظ ہیں، ہزاروں، لاکھوں مسائل وجزئیات کی بھی تخریج ہو چکی ہے۔ فقہ اسلامی کا عظیم الشان ذخیرہ ہمارے پاس ہے جو جزئی مسائل سامنے آئے ہیں ان کا انطباق ان اصولوں کے تحت ہر زمانے کے علماء کیا کرتے ہیں۔ بنیادی اصولوں کو ملحوظ ومحفوظ رکھا جائے۔ یہ انطباق ہے " تخریج ہے، اجتہاد نہیں، اجتہاد کی اہمیت آجکل کہاں ؟ اب تو ہر شخص اپنے آپ کو مجتہد سے کم نہیں گردانتا۔ اگر لوگوں کے دعوؤں کو دیکھا جائے تو ایک ایک محلہ میں سو سو مجتہد نکل آئیں گے ہر شخص یہ کہے گا کہ مجھے بھی حق ہے کہ اجتہاد کروں تو ملت میں انتشار اور اختلاف ختم کرانے اور مسلمانوں میں اجتماعیت اور جمعیت برقرار رکھنے کی خاطر اجتہاد کو اہلیت کے شرائط کا پابند کرادیا گیا ہے۔ البتہ اجمال کی تفصیل وتشریح کی جاسکتی ہے۔ موجودہ حوادث ونوازل کے نظائر فقہ اسلامی میں موجود ہیں ہر مسئلے کا مقیس علیہ (نظیر) موجود ہے یا پھر حکم ومصالح کے لحاظ سے اس سے بہتر دوسرا حکم موجود ہوگا۔ ایک حکم نہیں چل سکتا تو متبادل صورت اختیار کرلی جائے گی۔

مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے اپنی صحت کے بارے میں کہا کہ عام صحت میں قدرے افاقہ ہو رہا ہے۔ آنکھ کے آپریشن کی کامیابی کی دعا کرنی چاہیئے۔ انہوں نے علاج ومعالجہ کے سلسلے میں جناح ہسپتال کی انتظامیہ اور تمام ڈاکٹروں کی گہری دلچسپی اور مخلصانہ جدوجہد پر بے حد اطمینان اور شکریہ کا اظہار کیا۔ اور ان تمام لوگوں کے لئے دعا کی جو مولانا کی عیادت کے لئے آتے رہے۔ ■■

بقیہ : نجات کا راستہ —— کوئی نیکی کریگا تو کہیں ضائع نہیں ہوگی۔ وہ اس کے سامنے آجائیگی۔ اس کو دیکھ لے گا اور ایک ذرے کے برابر اگر کوئی برائی کرے گا تو کہیں گم نہیں ہوگی وہ بھی سامنے آجائے گی۔ اس لئے آج فکر کرنی چاہیئے۔ محاسبہ کرنا چاہیئے، دیکھنا چاہیئے۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی کے مطابق زندگی گذارنی چاہیئے تاکہ آخرت کی زندگی بھلی ہو سکے۔ نجات ملے، کامیابی حاصل ہو اور وہاں عذاب اور مصیبتیں برداشت نہ کرنی پڑیں۔ نہ مانو۔ نہ یقین کرو۔ اللہ کا کیا بگڑے گا اللہ کے رسولؐ کا کیا نقصان ہوگا۔ اپنا بگاڑو گے اور پھر زندگی وہ ہمیشہ ہمیشہ کی ہے۔ کون سا طریقہ اور علاج ہوگا چھٹی پانے کا۔ اس لئے آج پاگل دیوانہ بننے سے بچیئے۔ اور آخرت کی فکر کو پیدا کیجئے اور جستجو کیجئے تاکہ تباہی اور مصیبت سے بچ سکیں۔

نجات کا راستہ

پچھلے دنوں دورۂ پاکستان کے دوران مدنی جامع مسجد
چکوال میں حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ العالی کا بیان

★

خطبۂ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا : بزرگان محترم ! یہ عالم دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں۔ بہت ان گنت لوگ اس دنیا میں آکر رہے ہیں اور ہمیشہ رہنے کی کوششیں کی ہیں، لیکن آج تک نہ کوئی یہاں ہمیشہ رہا ہے اور نہ رہے گا۔ جو بھی آیا کچھ بھی اس نے کوششیں کیں ایک نہ ایک دن بہرحال اسکو یہاں سے جانا پڑا۔ اور جہاں جانا ہے جانا پڑتا ہے یعنی آخرت میں وہاں کی زندگی دنیا کیطرح دس بیس اور پچاس برس کی نہیں ہے۔ وہ زندگی سینکڑوں ہزاروں لاکھوں کروڑوں برسوں میں کبھی ختم نہیں ہوگی۔ نہ پھر اس دنیا میں آنا ہے نہ کہیں اور جانا ہے۔ نہ پھر کبھی موت آئے گی۔ وہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔ وہاں آرام اور تکلیف دونوں ہیں لیکن دنیا جیسی نہیں۔ آرام نہایت عمدہ اور تکلیفیں بڑی بھیانک اور خطرناک۔ اس لئے عقل یہ چاہتی ہے فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ ہم کو جو صرف ایک موقعہ ملا ہے۔ اس دنیا کی چند روزہ زندگی میں کچھ کرنے کا۔ تو ایسے طریقے پر چلیں جس سے ہماری آخرت کی اصلی اور ہمیشہ کی زندگی بنے راحتیں ملیں، مصیبتوں سے بچیں اور وہاں تکلیفیں اور پریشانیاں نہ اٹھانی پڑیں۔ اس کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ؐ نے جس طریقے کا حکم دیا ہے اس پر چلیں۔ اور جن چیزوں سے منع کیا ہے، اُن سے بچیں۔ اسکو شریعت کہتے ہیں۔ اسلام کہتے ہیں، دین کہتے ہیں۔ شریعت کے مطابق زندگی گذاریں گے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے تو ہماری آخرت کی زندگی بھلی ہوگی۔ نجات ملے گی۔ کامیابی ہوگی۔ اور اگر شریعت کے خلاف خواہشات اور نفس، عیش، آرام، شیطان کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے، بندگی کریں گے، اللہ کو چھوڑیں گے۔ اللہ کے رسول کو چھوڑیں گے تو آخرت برباد ہوگی مصیبتیں اور تباہی اٹھانی پڑے گی۔ اور بھیانک عذاب اور تکلیفوں سے سابقہ ہوگا۔ اس لئے اس زندگی کی قدر کرنی چاہیئے۔ اس فرصت اور موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اللہ پر ایمان لانا چاہیئے۔ اللہ کے رسول ؐ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اور نفس اور شیطان کی غلامی سے نکلنا چاہیئے۔ خواہشات کو ترک کرنا چاہیئے۔ اور ایسی زندگی گذاریئے جس سے آخرت سنے اور وہاں کی مصیبتوں سے بچیں تو اس لئے آج سمجھ لیں کہ دنیا کی لذتیں اور خواہشات یہ سب یہیں رہ جائیں گی۔ جھوٹی مایہ ہے صرف وہ عمل جو آج ہم کر رہے ہیں یہی ہمارے ساتھ جائیں گے۔ اچھے عمل ہوں گے اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے مطابق تو ہمیں فائدہ اور آرام راحت اور نجات کامیابی ملے گی۔ اور ہمارے اعمال خدانخواستہ برے ہوئے وہ بھی ہمارے ساتھ جائیں گے۔ اور ہم کو مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں گی۔ فمن یعمل مثقال ذرةٍ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرةٍ شراً یرہ۔ اللہ کہتا ہے کہ ایک ذرے کے برابر اگر

باقی ص۔۔ پر

پروفیسر اخترراہی صاحب۔ ایم۔ اے

مولانا محمد علی جوہرؒ کی ایک تاریخی کامیابی

ــــــــــــــــ قانون بابت توہین مذاہب میں ترمیم

برصغیر پاک وہند میں خلافت اور عدم تعاون کی تحریکوں سے ہندو مسلم اتحاد کی جو فضاء قائم ہوئی تھی سوامی شردھانند کی برپا کردہ "تحریک شدھی" نے اسے غارت کر دیا۔ اتحاد اور امن و آشتی کی جگہ ملک بھر میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے۔ آتش زنی اور قتل و غارت کی واردات روزمرّہ کا معمول تھیں۔ یہ ناخوش گوار حالات آریہ سماجی مبلغوں کی تقریروں اور ان کی زہر آلود تحریروں سے مزید خراب ہو رہے تھے۔ اس دور کی دل آزار تحریروں میں سے ایک کتاب "رنگیلا رسول" تھی جو ایک آریہ سماجی ناشر راج پال نے لاہور سے شائع کی تھی۔ اس کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے بعض پہلوؤں پر اور دینِ اسلام پر سوقیانہ حملے کئے گئے تھے۔ کتاب پر مصنّف کا نام درج نہ تھا۔ ناشر نے اپنا نام و پتہ درج کر کے پریس ایکٹ کا پیٹ بھر دیا تھا۔

کافی دنوں تک یہ کتاب مسلمانوں کے نوٹس میں نہ آئی۔ صوبائی حکومت کی پریس برانچ نے بھی کوئی اقدام نہ کیا۔ آخر اس کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہوئے تو اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ صوبائی حکومت نے تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۵۳ ۔ الف کے تحت دو فرقوں کے درمیان مذہبی منافرت پھیلانے کے الزام میں ناشر راج پال کے خلاف کارروائی کی۔ لاہور کے سٹی مجسٹریٹ فیلبوس کی عدالت میں مقدمہ کی خاصی طویل سماعت کے بعد ملزم کو چھ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ سیشن کورٹ میں بھی ملزم کو مجرم گردانا گیا۔ البتہ اسکی سزا میں تخفیف کر دی گئی۔ تقریباً تین سال کے بعد ۱۹۲۷ء میں راج پال کیطرف سے نظر ثانی کی درخواست ہائی کورٹ میں پیش کی گئی درخواست کی سماعت کنور دلیپ سنگھ[۲] جج نے کی۔ کنور دلیپ سنگھ نے ۵ مئی ۱۹۲۷ء کو یہ فیصلہ سنایا کہ یہ کتاب دفعہ ۱۵۳ الف یا کسی اور دفعہ کی زد میں نہیں آتی۔ اس لئے ملزم مذکور کو بری کیا جاتا ہے۔

کنور دلیپ سنگھ کے اس فیصلے نے مسلمانوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ کیا واقعی تعزیرات ہند میں کوئی ایسی

دفعہ نہیں جس کے تحت کروڑوں افراد کی دلآزاری کرنے والے کو سزا دی جا سکتی۔ مسلمانانِ لاہور سراپا احتجاج بن گئے۔ متعدد جلسے ہوئے، جلوس نکلے، مذمت کی قراردادیں منظور ہوئیں۔ سب سے بڑا اور معرکہ خیز جلسہ درگاہ حضرت شاہ محمد غوثؒ بیرون دہلی دروازہ کے قریب منعقد ہوا۔ اس جلسے سے پنجاب کے آتش نوا خطیب سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے خطاب کیا۔ انہوں نے خانہ کعبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کو مخاطب کیا:

"وہ دیکھیے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ آپ کے دروازے پر تشریف لا کر پوچھ رہی ہیں کہ میری ناموس اور عزت کی حفاظت کے لئے کیا انتظامات کئے جا رہے ہیں۔" [۵۳]

یہ جملے ایسے ڈرامائی انداز میں ادا کئے گئے تھے کہ سامعین جلسہ کے جذبات بپھر گئے۔ جلسہ برخاست ہوا تو لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے کی بجائے سول سکرٹریٹ کیطرف چل پڑے۔ حکومت کے خلاف نعروں سے لاہور کے درو دیوار گونج اٹھے۔ انتظامیہ نے حالات پر قابو پانے کے لئے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ جلوس منتشر کر دیا گیا اور رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، غازی عبدالرحمٰن امرتسری اور شیخ حسام الدین ایک ایک سال کیلئے جیل بھیج دئے گئے۔

مسلم اخبارات نے دلیپ سنگھ کے فیصلے پر سخت تنقید کی۔ لاہور سے مسلمانوں کا ایک ہی انگریزی اخبار "مسلم آؤٹ لک" چھپتا تھا۔ اس نے اپنے اداریوں میں کھل کر یہ لکھا کہ جج نے قانون کی غلط تشریح کی ہے۔ اس پر اخبار کے پرنٹر پبلشر مولوی نورالحق اور ان کے ایک عزیز (ڈمی ایڈیٹر) دلاور شاہ بخاری پر توہینِ عدالت کا مقدمہ دائر ہوا اور دونوں حضرات کو دو دو ماہ قید اور ایک ایک ہزار روپے جرمانہ کی سزا ہوئی۔

عوامی سطح پر اس ردعمل کے پہلو بہ پہلو لاہور کے بااثر مسلمانوں کا ایک وفد سر محمد شفیع کی قیادت میں گورنر سر میلکم ہیلی سے ملا اور اسے بگڑتی ہوئی صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ گورنر نے وفد کی گزارشات سن کر وعدہ کیا کہ وہ مزید چھان بین کریں گے۔ اگر واقعی قانون میں کوئی سقم معلوم ہوا تو اسے دور کرانے کی کوشش کریں گے۔ لاہور کے آریہ سماجی راہنماؤں کو گورنر کی یہ زبانی ہمدردی پسند نہ آئی۔ انہوں نے گورنر کے رویے کے خلاف وائسرائے کو اس مضمون کا احتجاجی تار بھیجا کہ مسلمانوں کے ایک وفد نے گورنر کے سامنے عدالت عالیہ کے فیصلے پر نکتہ چینی کی اور گورنر نے اس وفد کے نقطۂ نظر سے ہمدردی ظاہر کی ہے۔

"مسلم آؤٹ لک" نے مسلمانوں کو نعرہ دیا تھا "دلیپ سنگھ مستعفی ہو جاؤ" اور یہ نعرہ زبان زدِ عام و خاص تھا۔ توہینِ عدالت کے جرم میں مسلمان زندان کے ویرانے آباد کر رہے تھے اور جوش بڑھتا جا رہا تھا۔ رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر جو بقول سید سلیمان ندوی سچے مسلمان غم خوار تھے۔ ان کے دل میں اسلام کا حقیقی سوز تھا، اور

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچا عشق تھا۔[۴] انہوں نے ۲۷ جون ۱۹۲۷ء کے "ہمدرد" (دہلی) میں کنور دلیپ سنگھ کے فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"جو فیصلہ کنور دلیپ سنگھ نے لکھا ہے اور جسے میں نے بار بار پڑھا ---- اس میں مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جس سے ان کا تعصب مذہبی ظاہر ہوتا یا ان کی بد دیانتی مترشح ہوتی۔[۵]"

مولانا جوہر کا تجزیہ یہ تھا کہ:

"قاضی کے متعلق کوئی بات بھی ایسی مجھے معلوم نہیں جس بنا پر میں اس سے استعفیٰ طلب کروں بلکہ اس کا فیصلہ پڑھنے کے بعد اور تعزیرات ہند کے باب ہشتم دربارہ جرائم خلاف امن عامہ کی دفعہ ۱۵۳۔ الف۔ اور باب پانزدہم دربارہ جرائم متعلق مذہب کی تمام دفعات ۲۹۵۔۲۹۶۔۲۹۷۔ اور ۲۹۸ کا بار بار اور بغور مطالعہ کرنے کے بعد مجھے خود بہت سخت شبہ ہوتا ہے کہ قصور قاضی کا نہیں ہے بلکہ قانون کا ہے۔[۶]"

مزید لکھتے ہیں:

"میں صاف کہنا چاہتا ہوں کہ غالباً وہ (کنور دلیپ سنگھ) پہلے جج ہیں جنہوں نے ہم پر یہ احسان کیا ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی بھونڈے طریقہ پر کیوں نہ کیا ہو کہ ہم پر ظاہر کر دیا کہ تعزیرات ہند میں ایک دفعہ بھی ایسی نہیں جس کی رو سے:

۱۔ توہین بانی اسلام ۲۔ توہین اسلام ۳۔ بانی اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا۔ ۴۔ اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا ۵۔ مسلمانوں کی دل آزاری۔ اور مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کے دلوں میں حقارت پیدا کرنا۔ ان چھ سنگین ترین جرائم میں سے ایک بھی جرم ہو۔[۷]"

ہیجان انگیز فضا میں مولانا محمد علی کی یہ آواز جوشیلے راہنماؤں کو پسند نہ آئی۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ اپنے آکسفورڈ کے رفیق کنور دلیپ سنگھ کی جانب داری کر رہے ہیں۔ مولانا کے ایک دیرینہ دوست اور قوم کے مخلص خدمت گار میر غلام بھیک نیرنگ نے انہیں ایک تند و تیز خط لکھا جس میں ان کی روش پر اظہار ناپسندیدگی کیا تھا۔ اس مکتوب کا ایک حصہ یہ تھا:

"خدا کے واسطے اب مقدمہ راجپال کی بحث کو اور ایسے مضمون کو جو اس بحث سے لفظاً یا معناً ظاہراً یا باطناً صراحتاً یا اشارۃً یا کنایۃً یا بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی تعلق قریب یا بعید حقیقی یا فرضی واقعی یا وہمی اصلی یا مصنوعی رکھتا ہو بند کر دیجئے۔ آپ کے تمام

راسخ العقیدت نیاز مند پڑھتے پڑھتے اور سنتے سنتے تھک گئے کہ مسٹر دلیپ سنگھ نے بد دیانتی نہیں کی ۔[۸]

مولانا نے اپنے ان " راسخ العقیدت نیاز مند " کو جو اپنے جذبہ اسلام اور ہیجان خیز ماحول سے متاثر ہو کر برہم تھے ۔ جواب میں لکھا :

" نوازش نامہ ابھی ملا ۔ ابتدائی فقرہ پڑھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس ابتدائی فقرہ کی ابتدا پر بھی نظر پڑی اور خدا کا واسطہ نظر آیا ۔ اس نے مجبور کر دیا کہ جب تک آپ کی اور پنجاب کی اصلاح نہ ہو جائے لکھے جاؤں ۔[۹] "

مولانا محمد علی نے لکھنے کے ساتھ ملک بھر کا دورہ کیا ۔ پبلک جلسوں سے خطاب کیا اور راہنماؤں کو دلائل و براہین سے قائل کرنے کی کوشش کی ۔ جولائی ۱۹۲۷ء میں لکھنؤ میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس کی صدارت کے لئے مولانا محمد علی کو بطور خاص مدعو کیا گیا ۔ وہاں جلسہ میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے راہنما اپنے روایتی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر یکجا تھے ۔ نقیب اہل سنت " النجم " کے مدیر مولانا عبدالشکور فاروقی اور شیعہ کانفرنس کے سیکرٹری ایک ہی سٹیج پر مولانا محمد علی کے پہلو بہ پہلو نظر آ رہے تھے ۔ عوام کے ساتھ ساتھ راجہ صاحب محمود آباد ۔ ٹھاکر نواب علی اور دوسرے تعلقداران اودھ بھی حاضرین جلسہ میں شامل تھے ۔

مولانا محمد علی نے صدارتی تقریر میں قانون میں ترمیم کرانے پر زور دیا ۔ حاضرین اچھا اثر لے کر اٹھے مغرب کی نماز کے بعد دوسری نشست میں دیگر مقررین کو اظہار خیال کا موقع دیا گیا ۔ مولانا ظفر الملک علوی نے ایسی پر جوش اور ہنگامہ خیز تقریر کی کہ پنڈال فلک شگاف نعروں سے گونجنے لگا ۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہجوم بے قابو ہو کر قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا ۔ اس عالم میں مولانا محمد علی نے تقریر کی جو ان کی صحیح اور تاریخی راہنمائی کی ایک مثال بھی ہے[۱۰] انہوں نے کہا :

" ایسی کتابیں اور مضامین یقیناً ہر مسلمان کا خون کھولا دینے کے لئے کافی ہیں ۔ جتنا بھی جوش و خروش آپ میں پیدا ہو سب بجا ہے ۔ لیکن اصل کوشش فتنہ کے سرچشمہ کو بند کرنے کی ہونی چاہئے نہ کہ فلاں جج کو ہٹا دینے کی ۔ قصور قاضی کا نہیں قصور خود قانون کا ہے ۔ میں کوئی وکیل نہیں ، بیرسٹر نہیں ۔ قانون میں نے جو کچھ سیکھا ہے وہ بار بار ملزم کی حیثیت سے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو ہو کر سیکھا ہے ۔ تو مجھ عامی کا پر زور مشورہ یہی ہے کہ آئندہ سد باب فتنہ کے لئے قانون ہی کو بدلوائیے اور تعزیرات ہند میں ایک مستقل دفعہ بڑھوا کر توہین بانیان مذاہب کو جرم قرار دیجئے ۔ اب تک یہ کوئی مستقل جرم ہی آپکے ملکی قانون میں نہیں ۔[۱۱] "

مولانا محمد علی نے خود ہی ترمیم کا مسودہ تیار کیا[۳۲] جو ان ہی الفاظ اور جملوں پر مشتمل تھا۔ جو تعزیرات ہند میں استعمال ہوتے ہیں[۳۳] انہوں نے مسودہ وائسرائے کو بھیجا اور اس کے نام خط میں لکھا:

"ہز ایکسلینسی کی گورنمنٹ کی توجہ کیلئے میں یہ عرض کردوں گا کہ وہ سرکاری مسودہ قانون کی حیثیت سے اسکو پیش کرائیں[۳۴]"

روزنامہ ہمدرد کے اداریوں اور مولانا محمد علی کی زبانی تقریروں سے حکومت ہند نے اس "ترمیم" کی اہمیت تسلیم کرلی۔ چنانچہ دفعہ ۲۹۵ میں ترمیمی بل (دفعہ ۲۹۵ الف) حکومت ہند کے ہوم ممبر[۳۵] آنریبل مسٹر جسٹس کریرار سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای نے ہندوستان کی قانون ساز اسمبلی میں ۵ ستمبر ۱۹۲۷ء کو پیش کیا۔

ہوم ممبر نے اس بل کو سترہ ارکان پر مشتمل مجلس منتخبہ (سیلیکٹ کمیٹی) کے سپرد کرنے کی تجویز پیش کی جو سات روز کے اندر اپنی رپورٹ ایوان میں پیش کرے۔ ہوم ممبر نے مسودہ کے اغراض ومقاصد پر طویل تقریر کی۔ انہوں نے مجموعہ تعزیرات ہند میں موجود دفعات کو توہین مذہب کے سلسلے میں ناکافی قرار دیا۔ اور تجویز کیا کہ ملک کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر یہ ترمیمی بل فوراً منظور کرلیا جائے۔

اس مسودہ پر ارکان اسمبلی میں سے مشرقی پنجاب کے مسلمان رکن جناب عبدالحئی نے حکومت کو مبارکباد پیش کی۔ بمبئی کے جناب ڈی وی بیلوی نے مزید یہ ترمیم پیش کی کہ بل کو مجلس منتخبہ کے سپرد کرنے کی بجائے رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے مشتہر کیا جائے۔ جناب بیلوی کی اس ترمیم پر ارکان اسمبلی نے بحث وتمحیص کی۔ اسمبلی کی کاروائی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف جملہ مسلمان ارکان بل کو جلد از جلد قانون کی شکل دینا پسند کرتے تھے تو دوسری طرف ہندو ارکان کی ایک خاصی تعداد "تاخیری حربے" استعمال کرنا چاہتی تھی۔

بحث وتمحیص کے بعد ایوان سے رائے لی گئی جس نے جناب بیلوی کی ترمیم مسترد کردی اور بل کا مسودہ مجلس منتخبہ کے سپرد کردیا گیا۔

مجلس منتخبہ کی رپورٹ پر اسمبلی نے ۱۶ ستمبر سے ۱۹ ستمبر تک غور کیا۔ جناب بیلوی نے دوبارہ یہ رائے دی کہ مجلس کی رپورٹ ۱۵ جنوری ۱۹۲۸ء تک رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے شائع کردی جائے۔ رپورٹ پر دلچسپ بحث ہوئی۔ بعض ہندو ارکان نے اس بل کا مذاق اڑانے کی کوشش کی اور ترمیم پیش کی کہ یہ بل صرف مسلمانوں کے پیغمبر سے مخصوص ہونا چاہیئے۔

مسلمان ارکان میں سے یو۔ پی کے نصدق احمد خان شروانی کا نقطۂ نظر تعجب انگیز تھا۔ وہ ذاتی طور پر اس قانون کو غیر ضروری قرار دیتے تھے۔ مگر جس حلقے کی نمائندگی کرتے تھے اس کے سات شہروں میں سے چار نے بل کے حق میں قرار دادیں منظور کی تھیں۔ اس لئے وہ بھی بل کی حمایت کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے تھے۔

تین دن کی طویل بحث کے بعد قانون رائے شماری کے لئے ایوان میں پیش کیا گیا۔ ۲۶ ووٹوں کی مخالفت اور ۶۱ ووٹوں کی موافقت سے مسوّدہ قانون منظور کر لیا گیا۔ اور ۱۹ ستمبر کو کونسل آف سٹیٹ کو بھیج دیا گیا۔ ان ۲۶ مخالف ارکان میں سے کوئی مسلمان رکن نہیں تھا۔

۲۱ ستمبر ۱۹۲۷ء کو کونسل آف سٹیٹ کے سامنے مسوّدہ قانون پیش ہوا۔ کونسل میں بھی وہی رحجان تھا کہ ہندو ارکان کی معتدبہ تعداد مسودہ کی مخالفت کر رہی ہے اور مختلف ترامیم کے ذریعہ اس کے دائرۂ اثر کو محدود کرنا چاہتی تھی۔ بحث کے بعد مسوّدہ پر رائے شماری ہوئی۔ اور کثرت رائے سے منظور ہوا۔[۳]

ان تمام مراحل سے گزر کردہ "مسوّدہ قانون" جو مولانا محمد علی جوہر کی غور و فکر کا نتیجہ تھا اور قانوناً حکومت ہند کے ہوم ممبر نے پیش کیا تھا حسب ذیل الفاظ میں دفعہ ۲۹۵۔الف کی صورت میں مجموعہ تعزیرات ہند اور اب مجموعہ تعزیرات پاکستان میں موجود ہے:

"جو کوئی شخص (پاکستان کے شہریوں) کی کسی جماعت کے مذہبی جذبات کی بے حرمتی کرنے کے ارادی اور کینہ ورانہ مقصد سے الفاظ کے ذریعہ خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا دکھائی دینے والے خاکوں کے ذریعہ مذکورہ جماعت کے مذہب یا مذہبی اعتقاد اعتقادات کی تذلیل کرے یا تذلیل کرنے کی کوشش کرے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو دو سال تک ہو سکتی ہے۔ یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔[۴]"

حواشی

۱۔ کتاب کا مصنّف کون تھا، اس بارے میں دو نام لئے جاتے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نام ڈی۔اے۔وی کالج کے پروفیسر چموپتی ایم۔اے کا ہے۔ اور دوسرا نام پرتاپ (لاہور) کے مدیر مہاشہ کرشن کا۔ جن کے راجپال کے ساتھ دوستانہ اور کاروباری تعلقات تھے۔ غالب قیاس پروفیسر چموپتی کے متعلق ہے۔ میاں ابوالفتح نے چموپتی لال ایم اے کو فرضی مصنّف قرار دیا ہے۔ جو درست نہیں۔ (غازی علم الدین شہید۔ مکتبہ میری لائبریری لاہور۔ ص ۲۲)

۲۔ کنور دلیپ سنگھ ریاست کپورتھلہ کے حکمران خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد اپنا آبائی سکھ مذہب ترک کر کے عیسائی ہو گئے تھے۔ اور کنور دلیپ سنگھ پیدائشی طور عیسائی تھے۔ (افادات محمد علی ادارہ ادبیات اردو۔ حیدر آباد ص ۱۷۳)

۳۔ میاں محمد ابوالفتح غازی علم الدین شہید۔ مکتبہ میری لائبریری۔ لاہور۔ ۱۹۷۲ء۔ ص۔ ۲۹

۴۔ سید سلیمان۔ یادِ رفتگان (مکتبہ الشرق۔ کراچی ۱۹۵۵۔ ص ۲۱۰)
۵۔ رئیس احمد جعفری۔ افادات محمد علی (ادارۂ ادبیات اردو۔ حیدر آباد دکن۔ ۱۹۴۵۔ ص ۱۶۰)
۶۔ ایضاً ص ۱۶۱
۷۔ ایضاً ص ۱۷۰
۸۔ ایضاً ص ۲۰۴ نیز رئیس احمد جعفری۔ سیرت محمد علی (کتاب منزل لاہور طبع دوم ۱۹۵۰۔ ص ۲۸۵
۹۔ رئیس احمد جعفری۔ افادات محمد علی (ادارہ اشاعت اردو حیدر آباد دکن۔ ۱۹۴۵ء ص ۲۰۴
۱۰۔ عبدالماجد دریا بادی۔ محمد علی کی ذاتی ڈائری حصہ اوّل ص ۴۱۹ (دار المصنّفین اعظم گڑھ)
۱۱۔ ایضاً ص ۴۱۸
۱۲۔ مولانا محمد علی کا مسوّدہ یہ تھا "جو کوئی شخص کسی کا دل دکھانے، کسی شخص کے مذہب کی توہین کرنے کی نیّت سے یا اس امر کے احتمال کے علم سے کہ اس کے ذریعہ سے کسی شخص کا دل دُکھے گا یا کسی شخص کے مذہب کی توہین ہوگی۔
ایسی باتوں کے ذریعہ سے جو تلفظ سے ادا کی جائیں یا لکھی جائیں یا اشاروں کے ذریعہ سے یا نقوش مرئیہ کے ذریعہ سے یا اور اسی طرح کسی نبی یا ولی یا اور شخص کی جسے لوگوں کا فرقہ اس طرح مقدس سمجھتا ہو۔ توہین کرے یا اسکی نسبت ایسا اتہام لگائے یا مشتہر کرے جس سے اور لوگوں میں اسکی ملکات کی خفت ہو تو اسکو دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جسکی میعاد تین برس تک ہو سکتی ہے۔ یا جرمانہ کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ (سیرت محمد علی ص ۴۸۷ - ۴۸۸)
۱۳۔ رئیس احمد جعفری۔ افادات محمد علی۔ (ادارہ اشاعت اردو۔ حیدر آباد۔ دکن) ۱۹۴۵ء ص ۲۲۵
۱۴۔ ایضاً ص ۲۱۵
۱۵۔ سیرت محمد علی میں ہے کہ یہ قانون اسمبلی میں نواب ذوالفقار خان نے پیش کیا تھا۔ ص ۴۸۹ یہ روایت درست نہیں۔ نواب ذوالفقار علی خان قائد اعظم محمد علی جناح کی تجویز سے مجلس منتخبہ کے رکن لئے گئے تھے۔
۱۶۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ دوسری کونسل آف سٹیٹ (۱۹۲۷ء) کے تیسرے اجلاس کی روداد جلد دوم (گورنمنٹ آف انڈیا پریس شملہ نومبر ۱۹۲۷ء)
۱۸۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان۔
۱۹۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ تیسری قانون ساز اسمبلی (۱۹۲۷ء) کے پہلے اجلاس کی روداد جلد چہارم و پنجم (گورنمنٹ آف انڈیا پریس شملہ جنوری ۱۹۲۸ء)

Peek Freans

Have some food between meals.

Take a Peek Freans biscuit

بسلسلہ:- نامور محدثین

شیخ عبدالمحسن العباد
ترجمہ: محمود اشرف عثمانی

امام محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ

۲۲۳ ـــــــ ۳۱۱ھ

نام ونسب محمد بن اسحاق بن خزیمۃ بن المغیرۃ بن صالح بن بکر۔ لیکن اپنے دادا کی جانب منسوب کئے جاتے ہیں اور ابنِ خزیمہ کے نام سے معروف ہیں۔

کنیت، لقب اور وطن آپ کی کنیت ابوبکر، لقب امام الائمۃ اور وطن نیشاپور ہے۔ چنانچہ آپ کو نیشاپوری لکھا جاتا ہے قبیلہ کے اعتبار سے آپ کو سُلمی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس قبیلہ کے ساتھ آپ کا وِلاء کا تعلق تھا۔

طلب علم سب سے پہلے اپنے شہر نیشاپور میں علم حاصل کیا اور پھر طلب علم کی غرض سے عراق، شام اور حجاز کا بھی سفر کیا جہاں کے علماء سے کسب فیض کیا اور طلبا کو بھی اپنے علم سے نوازا۔

آپ کے اساتذہ اور مشائخ ابنِ خزیمہ کے کئی معروف ائمہ استاذ ہیں جن سے آپ نے علم حدیث حاصل کیا اور جن سے آپ حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

1. احمد بن منیع
2. علی ابن حجر
3. محمد بن المثنی
4. محمد بن یحیٰی الذھلی
5. محمد بن غیلان
6. اسحاق بن موسیٰ الخطمی
7. بشر بن معاذ
8. یونس بن عبد الاعلی
9. علی بن خشرم
10. محمد بن رافع
11. محمد بن بشار
12. امام محمد بن اسمٰعیل البخاری
13. احمد بن سیار المروزی
14. محمد بن ابان المستملی
15. عتبۃ بن عبداللہ الیحمدی
16. ابوکریب
17. نصر بن علی الجھضمی

وغیرہ

آپ کے تلامذہ، اور وہ علماء حدیث جنہوں نے آپ سے روایت کی آپ سے حدیث روایت کرنے والوں میں امام

بخاریؒ اور امام مسلمؒ شامل ہیں جنہوں نے صحیحین کے علاوہ دوسری کتب میں آپ سے احادیث کی روایت کی ہے۔ نیز آپ کے شاگردوں میں سے چند معروف ائمہ اور علماء کے نام درج ہیں:۔

(۱) محمد بن عبداللہ بن الحکم
(۲) ابو احمد بن المبارک المستملی
(۳) ابراہیم بن ابی طالب (یہ تینوں حضرات عمر میں آپ سے بڑے تھے)
(۴) یحییٰ بن محمد بن صاعد
(۵) ابو علی النیشاپوری
(۶) اسحاق بن سعد النسوی
(۷) ابو عمرو بن حمدان
(۸) ابو حامد احمد بن محمد بن بالویہ
(۹) ابوبکر احمد بن مہران المقری
(۱۰) محمد بن احمد بن علی بن نصر المعدل
(۱۱) ابو حاتم بن حبان البستی
(۱۲) ابو القاسم الطبرانی
(۱۳) ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی
(۱۴) اور ابن خزیمہ کے پوتے محمد بن الفضل بن محمد بن اسحاق بن خزیمہ

تخریج احادیث ابن خزیمہ کی مروی احادیث کی جن اصحاب نے تخریج کی یعنی ان کو روایت کیا اور اپنی کتابوں میں نقل کیا ان میں امام بخاری اور امام مسلم دونوں شامل ہیں جنہوں نے غیر صحیحین میں آپ سے روایت کی ہے۔ جیسا کہ اوپر ہم نے بیان کیا۔

ابن خزیمہ کا انتقال، امام مسلمؒ کے انتقال کے پچاس سال بعد ہوا۔ اور یہ "روایۃ الاکابر عن الاصاغر" کی ایک مثال ہے جس میں امام مسلم نے جو اکابر میں سے ہیں اور ان دونوں کی تاریخ وفات میں ۵۰ سال کا وقفہ ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے ابن خزیمہ سے روایت کی جب کہ امام بخاری کا انتقال ۲۵۶ھ میں ہوا۔ اور ابن خزیمہ سے خود ان کے پوتے محمد بن الفضل بن محمد بن اسحاق "نے بھی روایت کی ہے۔ جن کی وفات ۳۸۷ھ میں ہوئی۔ اس طرح امام بخاری کی وفات اور ابن خزیمہ کے پوتے محمد بن الفضل کی وفات میں ایک سو ستائیس سال کا وقفہ ہوا۔ اور ان دونوں نے ابن خزیمہ سے روایت کی ہے۔

اصول حدیث کے اعتبار سے یہ "سابق اور لاحق" کی مثال ہے کہ ایک دو راوی ایک ہی شیخ سے حدیث کی روایت کریں لیکن ایک راوی کی وفات دوسرے راوی سے طویل عرصہ قبل ہو چکی ہے۔

آپ کے بارے میں ائمہ کی آراء اور تعریفی کلمات آپ کے ہمعصر اور بعد میں آنے والے تمام مورخین و سوانح نگار، علم عمل اور پختہ عقائد میں آپ کی جلالت شان کے معترف ہیں۔ مشہور زاہد ابو عثمان کا قول ہے کہ ابن خزیمہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ بہت ساری مصیبتیں اہل نیشاپور سے دور کر دیتا ہے۔

ابن خزیمہ کے پوتے محمد بن الفضل کا بیان ہے کہ، میرے دادا کچھ بھی جمع نہیں کرتے تھے۔ جو آتا اہل علم اور طلباء پر خرچ کر دیتے۔ بخل کا طبیعت میں نام و نشان نہ تھا۔ اور دنیا کی محبت نے دل میں جگہ تک نہ پائی تھی۔

ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں کہ علم و فضل میں مَیں نے ابن خزیمہ جیسا آدمی نہیں دیکھا۔

ابو احمد نے ابن خزیمہ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے جو کچھ سیاہی سفیدی پر پھیلائی (یعنی جو کچھ کاغذ پر لکھا) وہ اب تک اچھی طرح یاد ہے۔ ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں کہ ابن خزیمہ کو مسائل والی احادیث اس طرح یاد تھیں جیسے حافظ قرآن کو سورتیں۔

ابو حاتم ابن حبان کہتے ہیں کہ میں نے روئے زمین پر سوائے ابن خزیمہ کے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کو احادیث صحیحہ کے الفاظ اس طرح یاد ہوں گویا اس کے سامنے کتاب کھلی رکھی ہے۔

دارقطنی کہتے ہیں کہ ابن خزیمہ زبردست امام تھے جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

ابو العباس ابن سریج کے سامنے ابن خزیمہ کا ذکر کیا گیا تو بولے کہ وہ احادیث رسول اللہ میں سے نکات اس طرح نکالتے جیسے کاریگر اپنے ہنر سے نقش و نگار بناتا چلا جاتا ہے۔

ابن حاتم سے ابن خزیمہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا:۔ وہ ہمارے بارے میں کس سے سوال کریں تو بات ہے ان کے بارے میں کیا پوچھتے ہو؟ امام ہیں جن کی پیروی کرنا ضروری ہے۔

حافظ ذہبی: تذکرۃ الحفاظ میں ابن خزیمہ کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں: الحافظ الکبیر امام الائمۃ شیخ الاسلام۔ اور لکھتے ہیں کہ خراسان میں امامت آپ پر ختم ہے اور اس دور میں حافظہ بھی آپ پر تمام ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں: احادیث کا متن اور اسناد بیان کرنے میں ان کی نظیر نہیں دیکھی۔

ابو اسحاق الشیرازی کہتے ہیں کہ ابن خزیمہ فقہ اور حدیث دونوں کے جامع تھے اور آپ کو واقعۃً امام الائمہ کہا جا سکتا ہے۔

ابن خزیمہ کے استاد شیخ ربیع کا کہنا ہے۔ ہم نے ابن خزیمہ سے اس سے کہیں زیادہ استفادہ کیا جتنا انہوں نے ہم سے سیکھا ہے۔

ابو بکر النقاش نے ابن خزیمہ کا اپنا قول نقل کیا کہ سولہ سال کی عمر کے بعد میں نے کسی کی بات بغیر دلیل تسلیم نہیں کی۔

اور ابو زکریا العنبری کہتے ہیں کہ میں نے ابن خزیمہ سے خود سنا وہ کہتے تھے کہ اگر حدیث کی صحت کا پورا علم ہو جائے پھر کسی کا قول حجت نہیں۔

البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیر ان الفاظ سے آپ کی تعریف بیان کرتے ہیں کہ: ابن خزیمہ علم کا ایک سمندر تھے علم کی تلاش میں کئی جگہ کا سفر اختیار کیا اور عالم بے بدل ہوئے۔

علمی میراث حافظ ذہبی، العبر میں لکھتے ہیں۔ کہ حافظ ابن خزیمہ کی کئی تصانیف ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ ابن خزیمہ نے بہت ساری کتابیں تصنیف کیں اور جمع و تالیف کا کام کیا اور ان کی کتاب "الصحیح" ان میں سب سے اہم اور مفید کتاب ہے۔ ابو عبد اللہ الحاکم اپنی کتاب "معرفت علوم الحدیث" صـ ۸۴ میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن خزیمہ کی تصانیف کی تعداد ۱۴۰ سے زیادہ ہے۔ اور ان میں متفرق رسائل اور فتاوے شامل نہیں ہیں۔ ان

متفرق رسائل ہیں "حدیث بریرۃ" رضی اللہ عنہا سے متعلق رسالہ بھی شامل ہے جس کے تین اجزا ہیں اور حج کے مسائل پر آپ کا رسالہ ہے جس میں ۵ اجزا ہیں۔

ان مذکورہ بالا اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن خزیمہ نے کثیر تعداد میں تصانیف کیں افسوس کہ اس عظیم علمی ذخیرہ میں سے کچھ بھی ہم تک نہیں پہنچ سکا۔ ان کی تصانیف میں سے کوئی تصنیف اگر اسلامی کتاب خانوں میں سے کہیں پائی جاتی ہے تو وہ "کتاب التوحید" ہے جو طبع ہو چکی ہے۔ یا حدیث پر ان کی مشہور کتاب "صحیح ابن خزیمہ" کا کچھ حصہ جو ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے استنبول کے کتب خانہ مکتبہ" احمد الثالث" میں پایا نمبر ۳۴۸ اور صفحات ۳۰۱ ہیں۔ اس عظیم کتاب کے مذکورہ بالا حصے کی طباعت" المکتب الاسلامی بیروت" سے شروع ہو چکی ہے اور اب تک اس گرانقدر تصنیف کے دو حصے طبع ہو چکے ہیں جس کا درجہ صحیح مسلم کے بعد سمجھا جاتا ہے۔ گویا بخاری اور مسلم جیسی عظیم الشان کتابوں کے بعد تیسرا درجہ اس کتاب کا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت حقیقتاً اسلامی لائبریری میں گراں قدر اضافہ ہے۔

ابن خزیمہ کی وفات: اس مشہور اور جلیل القدر حافظ حدیث امام کا ۲ ذو القعدہ ۳۱۱ھ کو انتقال ہوا۔ ذہبی کے مطابق انتقال کے وقت آپ کی عمر نواسی ۸۹ سال تھی کیونکہ آپ کی پیدائش ۲۲۳ھ میں ہوئی۔ لیکن ابو اسحاق الشیرازی کا خیال ہے کہ ان کی وفات ۳۱۲ھ میں ہوئی ہے۔ مگر دوسرے تمام مورخین جن میں ذہبی۔ علامہ ابن کثیر، ابن العماد اور ابن السبکی شامل ہیں پہلی روایت یعنی ۳۱۱ھ میں انتقال کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔

وہ مشہور اور مستند قدیم ماخذ جن میں آپ کا تذکرہ موجود ہے۔

نام مصنف	کتاب	صفحہ
ذہبی	العبر	جلد ۲ ص ۱۴۹
"	تذکرۃ الحفاظ	" " " ۲۸۷
ابن کثیر	البدایہ والنہایہ	" ۱۱ " ۱۴۹
ابو اسحاق شیرازی	طبقات الفقہا	" ۱۰۵
ابن السبکی	طبقات الشافعیہ	" ۲ " ۱۳۰
ابن ابی حاتم	کتاب الجرح والتعدیل	" ۳،۲ " ۱۹۶
ابن العماد	شذرات الذہب	" ۲ " ۲۶۲
العراقی	طرح التثریب	" ۱ " ۹۶
عمر رضا کحالۃ	معجم المؤلفین	" ۹ " ۳۹
صدیق حسن خان	اتحاف النبلاء	" ۲۹۷

تصوّف و سُلوک

مرتب ۔ جناب محمد عبدالرشید صاحب خلف الرشید خواجہ محمد نور بخش صاحب
پھلن شریف ۔ ضلع مظفر گڑھ

ملفوظات مشائخ کرام

دُنیا آخرت کی کھیتی ہے

حضرت خواجہ مولانا و مرشدنا محمد نقشبند ثانی نقشبندی قدس سرہ نے فرمایا :-

مخدوما! اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) جو بوؤ گے وہی کاٹو گے ۔ جو دو گے وہی لو گے ۔
پس آج ہر شخص پر واجب اور لازم ہے کہ کل جو پیش آنے والا ہے اس کی فکر کرے ۔ اگر استعداد کی زمین میں اچھا بیج بویا ہے تو اچھے پھل کی امید رکھنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ اسے بڑھائے گا اور اگر نکما بیج بویا ہے تو اس کی تلافی اور تدارک کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر آیت ۱۸)

ترجمہ ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو ۔ اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے کل کے لئے آگے کیا بھیجا ہے ۔
ہائے افسوس! یہ بہت بڑے دکھ کا دن ہے ۔ اولین و آخرین اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں جن و انسان، چرندے و پرندے اس کے ہول سے اضطراب میں ہیں جب وہ دن پیش آئے گا تو وہ وقت رد اور قبول کا ہو گا ۔

فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِى السَّعِيْرِ (الشوریٰ آیت ۷)

ترجمہ ۔ (اس روز) ایک جماعت جنّت میں اور ایک جماعت جہنم میں ہوگی ۔
اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ تم فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑیں (اعمال صالحہ بجا لائیں اور گناہوں سے بچیں)

فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ ط اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ه (الذٰریٰت ۔ آیت ۔ ۵۰)

ترجمہ :۔ پھر اللہ کی طرف دوڑو ۔ بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں ۔
افسوس ہے غافل جوانوں پر اور ہوشمند بوڑھوں پر ۔ وہ ہوش کے کانوں سے غفلت دور نہیں کرتے ۔ اور بصیرت کی آنکھوں سے غفلت کے پردے نہیں ہٹاتے اور جس جگہ اس بے نشان کا نشان ملتے ہیں ۔ اپنے آپ کو اس جگہ کا فدائی اور یار نہیں بناتے ؎

دلبرے در برے و ما فارغ   در قدح جرعۂ و ما ہوشیار

زیں سپس دست ما و دامن دوست زیں سپس گوش ما و حلقۂ یار

یعنی دلبر تو بغل میں ہے اور ہم فرصت میں ہیں۔ پیالے میں صرف ایک گھونٹ باقی ہے اور ہم ہوشیار ہیں۔ اس کے بعد ہمارا ہاتھ ہوگا اور دوست کا دامن ہوگا اسی طرح ہمارا کان ہوگا اور دوست کا حلقہ (بُندہ) ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت اور فضل کے ذریعے بہت وسیع ہیں۔ مگر ہم غافل ہیں انہیں بروئے کار نہیں لاتے۔ زندگی کا پیالہ لبریز ہوچکا ہے۔ مگر ہم دنیا کے لئے ہوشیار ہیں۔ اور آخرت سے غافل ہیں۔ ہم سمجھے بیٹھے ہیں کہ دوست کے دامن (شریعت) کو پکڑا ہوا ہے اور شریعت کے غلام اور پیرو ہیں)

کہتے ہیں کہ ایک بڑھیا نے دار القضاء (جج کی عدالت) میں یہ شکایت کی کہ میرے خاوند نے دوسری عورت کے ساتھ نکاح کر لیا ہے۔ قاضی (جج) نے جواب دیا کہ: شریعت میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔ اس بڑھیا نے قاضی کو کہا کہ: بیشک یہ بات درست ہے کہ شریعت میں اس بات کی ممانعت نہیں ہے۔ لیکن اگر میں حیا کا پردہ اپنے چہرہ سے ہٹاتی اور اس مجمع میں اپنے حسین اور زیبا چہرہ کو دکھاتی، تو لوگ انصاف کرتے کہ مجھے کس قدر خوبصورتی اور حسن عطا ہوا ہے۔ لہذا میرے خاوند کے لئے ٹھیک نہ تھا کہ وہ میرے سوا دوسری عورت سے نکاح کرتا۔

وہاں ایک اللہ والا اہل دل بھی موجود تھا اس نے ایک نعرہ لگایا اور بے ہوش ہوگیا جب اسے ہوش آیا تو اس نے اپنے بے ہوش ہونے کی حقیقت بتائی اور کہا کہ اس ضعیفہ نے ایک رنگین نکتہ ظاہر کیا ہے۔ میرے دماغ میں آواز پہنچائی گئی کہ اگر عظمت کا حجاب اور جبروت کا نقاب" وجہ کریم جل شانہ" سے اٹھایا جاتا اور ذات مقدس لوگوں پر عیاں ہو جاتی، تو اہل جہان دیکھتے اور انصاف کرتے کہ جو ایسا مولا ذو الجلال رکھتے ہیں انہیں کب روا ہے اس کے سوا آرام اور قرار کریں۔ (از مکتوبات ۱۷۔ حصہ اول)

۲۔ استغفر اللہ۔ عمر برباد ہوگئی۔ اور کوئی عمل بھی اس درگاہ کے شایان شان نہیں کیا۔ ہمیشہ خجالت در پیش ہے۔ دائمی شرمندگی سے ہاتھ ملتا ہوں۔ موت مقرر وقت پر آنے والی ہے۔ مگر ہم عیش و عشرت میں لگے ہوئے ہیں۔ اور قبر کی تنگی اور تاریکی فراموش کر رکھی ہے۔ آخر کب تک خرگوش کی طرح نیند کی غفلت میں پڑے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ خود ہمیشہ اپنی طرف بلاتا ہے۔ مگر ہم اس سے دور بھاگنے والے ہیں اور باغی ہیں۔ یہ فرار کب تک رہے گا؟ آخر اس جہان میں نیک اعمال ہی یار و مونس ہوں گے۔ اور برے اعمال اس جگہ (قبر میں) سانپ اور دکھ میں ڈالنے والے ہوں گے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سچا ہے کہ:

القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النيران

ترجمہ: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوگی۔

مگر ہم اس حقیقت کے باوجود باطل ہوا و ہوس میں مشغول ہیں۔

دوزخ کی آگ پر تحمل کرنا سخت مشکل اور دشوار ہے وہ گوشت و پوست کو ایندھن کی طرح جلائے گی اور اس سے بھاگ کر چھٹکارا پانا ناممکن ہوگا۔ اس تصور سے کس طرح بدن میں جان موجود ہے۔ اور "ما و من" تکبر اور بڑے پن کا دعویٰ کیسے ہے۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط (آل عمران آیت ۱۸۵)

ترجمہ:۔ پھر جو کوئی دوزخ سے دور رکھا گیا سو وہ پورا کامیاب ہوا۔

اے عقلمندو! عبرت پکڑو۔ استغفار کرو۔ اور سحر کے وقت رویا کرو۔ اور ہمیشہ رات دن اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں لگے رہو۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ط (المائدہ آیت ۹۹)

ترجمہ:۔ رسول کے ذمہ سوائے پہنچانے کے اور کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بندو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں (از مکتوب ۱۱۰۔ حصہ اول)

۳۔ اپنا وقت اذکار اور اوراد اور مراقبات سے معمور رکھیں۔ سحر کے وقت گریہ و استغفار کو غنیمت جانیں۔ دنیا کو آخرت کا وسیلہ بنائیں۔ بلکہ ذکر سے "مذکور" (اللہ تعالیٰ) کی طرف جائیں۔ مجاز سے حقیقت بنیں اور لفظ سے معنی کی طرف دوڑیں۔۔۔۔ وہ نصیحت جو دوستوں کو کرنی اچھی لگتی ہے وہ یہ ہے کہ ساری توجہ آخرت کے کام کی طرف لگائیں اور اللہ تعالیٰ کے غیر کو نہ پہچانیں۔ قبر اور قیامت کے عذاب سے ڈرتے اور کانپتے رہیں۔ ہمیشہ وظائف، طاعات اور پنج وقت کی نماز باجماعت کے پابند رہیں۔ اور اپنا قیمتی وقت ذکر و مراقبہ میں خصوصاً سحر کے وقت معمور و منور رکھیں اس وقت گریہ، توبہ اور استغفار لازم جانیں۔ دنیاوی زندگی بہت تھوڑی ہے۔ اور ہمیشہ کا عذاب و ثواب اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ آج کام کا وقت ہے۔ کل قیامت کے دن جبار کے ساتھ کام ہے۔ دوزخ کی آگ کمال جوش و خروش میں ہے۔ اور وہ عاصیوں کے لئے طبق اور سرپوش ہوگی۔ ذکر الٰہی میں اس حد تک مشغول رہیں کہ دل ماسوا کے خیالات سے بالکل صاف ہو جائے۔ اور وہ انوار قدس سے محقق ہو جائے۔ اور اس میں فانی اور مستہلک ہو جائے ع

ایں کار دولت است کنوں تاکرا رسد

(یہ قیمتی کام ہے دیکھیں کس سے کسے ملتا ہے)

ہمارے حضرت قدس سرہ العزیز نے لکھا ہے یہ حالت اس رستے میں پہلا قدم ہے اس کے بعد قرب کے مدارج کا شمار ہوتا ہے۔ (از مکتوب ۲۲۔ حصہ دوم)

۴۔ اس جگہ آخرت کے لئے محنت اور بے آرامی اور عبادت مطلوب ہے جس شخص نے اس جہان میں محنت و اطاعت کو اپنا شعار بنایا۔ اس نے راحت و جاودانی پالی۔ جس نے غفلت اور فراغت سے کام لیا۔ اس نے اپنے آپ کو گوناگون عذابوں میں ڈالا۔

(از مکتوب ۴ حصہ دوم)

۵ - میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ اپنے پُر وبال حال کے متعلق کیا عرض کیا جائے ۔

عمر گراں مایہ دریں صرف شد   تا چہ خورم صیف و چہ پوشم شتا

(ساری قیمتی عمر ان باتوں میں صرف ہوگئی کہ گرمیوں میں کیا کھاؤں اور سردیوں میں کیا پہنوں گا)

آدمی دنیاوی معشیت اور اس کے منافع حاصل کرنے کے لئے اور اس کے ضرر اور نقصان سے بچنے کے لئے اس قدر کوشش کرتا ہے کہ رات دن اس کا فکر بڑھتا رہتا ہے - اور اس دنیا کے چھوٹے سے سفر کے لئے بہت سے بیہودہ فکروں میں پڑ جاتا ہے ۔ مگر افسوس کہ وہ آخرت کے ثواب اور قبر و قیامت کے سفر کو اس دنیاوی سفر سے کم جانتا ہے کیونکہ اس کے فکر سے غافل ہے اور اس کے لئے کوشش کرنے میں کاہل ہے ۔ حالاں کہ جیسے وہ سمجھے بیٹھا ہے ایسا ہرگز نہیں بلکہ آخرت کا ثواب اعلیٰ اور اولیٰ ہے اور عذاب بہت سخت اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

کیا وہ ایمان کے ساتھ اس جہان کی حقیقت نہیں جانتا ؟ اللہ تعالیٰ ایسی حالت سے اپنی پناہ میں رکھے ۔

کیا وہ وحی قطعی کے ذریعہ اس بلا سے نجات پانے کی امید رکھتا ہے - اور اس لئے وہ فارغ البال ہوگیا ہے ؟ ایسا ہرگز نہیں۔ گناہ گاروں کو عذاب دامن گیر ہوگا۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ مَّا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۙ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ؕ (الطور آیت ۷ - ۱۰)

ترجمہ : بیشک آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا ۔ اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں ہے - جس دن آسمان تھرتھرا کر لرزنے لگے گا اور پہاڑ تیزی سے چلیں گے۔ (از مکتوب ۹۴ حصہ دوم)

عہدِ صحابہؓ میں تعلیمی قربات

جناب محمود عارف صاحب
دانش گاہِ پنجاب۔ لاہور

۴۔ **مکتب جابر بن عبد اللہؓ انصاری** ان میں دو قرات کی درس گاہوں کے علاوہ مدینہ منورہ میں علوم و فنون کی متعدد درسگاہیں مصروف تعلیم و تعلّم تھیں۔ جن میں حضرت جابر بن عبد اللہ کی درس گاہ نمایاں اہمیت رکھتی ہے۔

نام و نسب نام جابر، کنیت ابو عبد اللہ الانصاری خزرجی السلمی المدنی وغیرہ۔ سلسلۂ نسب جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام۔ اور والدہ کا نام نسیبہ۔ اور جائے پیدائش یثرب کی مقدس اور مبارک سرزمین تھی۔ پیدائش ۲۰ ق ھ (۶۰۱ء) کے لگ بھگ۔ اور وصال ۷۴ھ میں بعمر ۹۴ سال مدینہ منورہ میں ہوا۔ اور انصار کے قبرستان میں مدفون ہوئے[1]

حضرت جابر بن عبد اللہؓ وہ ہستی ہیں جنہوں نے ایک کثیر جماعت صحابہؓ سے اور ایک کثیر وقت تک استفادہ کیا۔ ان کے اساتذہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ خلفائے راشدینؓ۔ ابو عبیدہؓ۔ طلحہؓ۔ معاذ بن جبلؓ۔ ابو بردہؓ۔ ابو قتادہؓ ابو ہریرہؓ۔ ابو سعید خدریؓ۔ ابو حمید الساعدیؓ اور دیگر بہت سے صحابہ کرامؓ شامل ہیں۔ ان کے شوق علمی کا یہ عالم تھا کہ انہیں ایک حدیث کسی اور ذریعہ سے پہنچی۔ جس کی روایت حضرت عبد اللہ بن انیس نے کی تھی۔ جو اس وقت شام میں مقیم تھے اس کی تصدیق کے لئے اونٹ خریدا اور ایک مہینہ کے سفر کے بعد وہاں پہنچے اور موصوف سے وہ روایت حاصل کر کے انہی قدموں سے واپس لوٹ آئے۔ اسی طرح ایک دوسری روایت کے لئے مدینہ منورہ سے مصر تشریف لے گئے اور امیر مصر مسلم بن مخلد سے روایت سنی اور واپس لوٹ آئے۔[3]

علم و فضل شوقِ علمی کی اس بہتات اور فراوانی نے ہی بالآخر انہیں اپنے دور کا عظیم عالم بنا دیا تھا اور وہ ہر طرح کے علوم و فنون کا ایک ایسا مرکز تھے جس سے بہت سی دنیا نے استفادہ کیا۔

ان کی درس گاہ مسجد نبوی ہی کا ایک گوشہ تھا۔ جہاں وہ مصروف درس و تدریس رہتے اور شائقین دور دراز کے شہروں اور علاقوں سے آ کر استفادہ کرتے تھے۔ حجاز۔ یمن۔ عراق۔ شام۔ مصر میں ان کا فیضان جاری و ساری تھا۔ ان تمام بلاد و امصار سے طلباء کی جماعتیں اور وفود اس بزرگ ہستی سے استفادہ کرنے کے لئے آتے ہی رہتے تھے۔ دیگر صحابہ کرامؓ کی طرح درس و تدریس کا کوئی وقت معین نہ تھا۔ مناسب موقعہ دیکھ کر وعظ و تدریس فرماتے رہتے تھے۔ ان کے خصوصی علوم کی فہرست میں قرآن۔ فقہ اور احادیث شامل ہیں۔ ان سے روایات کا ایک معتد بہ ذخیرہ منقول ہوا ہے یعنی ان سے کل مرویات کی تعداد ۱۵۴۰ ہے جن میں سے متفقاً ۵۸ اور بخاری میں ۲۶ اور مسلم میں ۲۶ منفرداً منقول ہیں[4]

---

[1] کتاب مذکور ص ۲۸۸ طبع مصر [2] سعید انصاری سیر الصحابہ انصار ص ۲۵۴ - ج ۳
[3] امام البخاری: ادب المفرد۔ نیز طبرانی [4] مولانا سعید انصاری: الصحابہ ج ۳ - سیر صحابہ اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۰

روایت احادیث میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے۔ ذرا سا بھی اگر کسی روایت کے الفاظ میں انہیں شبہ ہوتا تو فرما دیتے تھے۔ مگر مرفوعاً نہیں بلکہ موقوفاً۔

رواۃ و تلامذہ | چند راویوں کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ سعید بن المسیب۔ ۲۔ عطا بن ابی رباح۔ ۳۔ سالم بن ابی الجعد۔ ۴۔ الحسن البصری۔ ۵۔ الحسن بن محمد الحنفیہ۔ ۶۔ ابوجعفر الباقر۔ ۷۔ محمد بن المنکدر۔ ۸۔ سعید بن میناء۔ ۹۔ ابوزبیر۔ ۱۰۔ ابوسفیان طلحہ بن نافع۔ ۱۱۔ الشعبی۔ ۱۲۔ مجاہد۔ ۱۳۔ سنان بن ابی سنان الدؤلی۔ ۱۴۔ ابوالمتوکل الناجی۔ ۱۵۔ محمد بن عباد بن جعفر۔ ۱۶۔ معاذ بن رفاعہ۔ ۱۷۔ رجاء بن حیوۃ ۱۸۔ محارب دثار۔ ۱۹۔ سلیمان بن عتیق۔ ۲۰۔ شرحبیل بن سعد۔ ۲۱۔ طاؤس۔ ۲۲۔ عاصم بن عمر بن قتادہ۔ ۲۳۔ عبدالرحمن بن ثوبان۔ ۲۴۔ ابوبکر المدنی۔ ۲۵۔ طلحہ بن الخراش۔ اور اس کے علاوہ بے شمار افراد[۵]

یہاں یہ بات خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہے کہ حضرت جابرؓ سے استفادہ کرنے والوں میں اکثریت تابعین کی ہے صحابہ کرام نے ان سے زیادہ تر استفادہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کی درس گاہ کے شروع ہونے کا زمانہ خلافت راشدہ کے اختتام کے بعد کا زمانہ ہے۔ اس موقع پر اصاغر صحابہ کرام بھی اکابر بن چکے تھے۔ اور اس وقت مستفیدین تابعین ہوتے تھے۔ ان کے ذکر کے سلسلے میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ باوجود کثیر الروایات ہونے کے ان سے کوئی مستقل سلسلہ نہیں چلا۔ مگر اس کے باوجود بھی مدینہ منورہ میں یا مدینہ منورہ سے متاثر ہو کر جتنی بھی علمی اور فقہی تحریکیں اٹھی ہیں۔ ان کی تہہ میں حضرت جابر انصاریؓ کے اثرات و برکات کو بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔

مکتبِ ابوذر غفاریؓ | اثرات و برکات کی دنیا میں ایک لافانی ہستی حضرت ابوذر غفاریؓ کی ہے۔ حضرت غفاریؓ کی درس گاہ کے کوائف حسب ذیل ہیں:۔

نام و نسب | نام جندب۔ کنیت ابوذر۔ لقب مسیح الاسلام حبر الامۃ سلسلہ نسب جندب بن جنادہ ابن قیس بن عمرو بن ملیل۔ ماں کا اسم گرامی رملہ اور قبیلہ غفار تھا۔ اسلام کا شرف اس دور میں حاصل ہوا جو انتہائی صعوبت کا دور تھا اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ گئے اور غزوۂ خندق کے بعد تقریباً ۶ھ کے لگ بھگ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ اور بعد ازاں تقریباً تمام غزوات میں شرکت کی۔ بعد از وصال نبوی مختلف ملکی و ملی مسائل میں حصہ لیا۔ اور ۳۱ھ میں بمقام ربذہ انتقال فرمایا[۶]

فضل و کمال | حضرت ابوذرؓ خدمتِ نبوی میں ہمہ وقت باریاب رہتے تھے۔ مجلس کی ہر بات کو ذہن نشین کر لینے کے عادی تھے۔ اس کے علاوہ بعض مسائل کے متعلق سوالات کر کے اپنی علمی تشنگی کو مٹاتے رہتے تھے۔ حضرت علیؓ کا ان کے

۵۔ الذہبی/سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲۶، ۱۲۷ طبع مصر۔

۶۔ معین الدین ندوی۔ سیر الصحابہ مہاجرین ص ۶۹ تا ۷۱

متعلق ارشاد ہے کہ ابوذرؓ نے اتنا علم محفوظ کر لیا ہے کہ لوگ اس کے حاصل کرنے سے عاجز تھے۔ اور اس تھیلی کو اس طرح بند کر دیا کہ اس میں کچھ کم نہ ہوا[۱] حضرت ابوذر کو احادیث نبویہ سے خاص شغف تھا۔ مگر اس کے باوجود احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ان سے کل مرویات کی تعداد ۲۸۱ ہے ان میں سے ۱۲ متفق علیہ اور ۲ میں بخاری اور ۷ میں مسلم منفرد ہیں[۲] احادیث کے علاوہ قرآن اور علوم قرآن سے کافی حد تک لگاؤ تھا۔ فقہ و استنباط مسائل میں دسترس رکھتے تھے ان کے شاگردوں کی تعداد ان کی خلوت پسندی اور گوشہ گزینی کی وجہ سے زیادہ نہیں ہو سکی۔ تاہم جو ہیں وہ اپنے زمانے کے ائمہ کی حیثیت رکھتے ہیں چند شاگردوں کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں:-

۱۔ انس بن مالکؓ۔ ۲۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ ۳۔ خالد بن وہبانؓ۔ ۴۔ زید بن وہب جہنیؓ۔ ۵۔ جبیرنہ بن حرؒ۔ ۶۔ جبیر بن احنفؒ بن قیس۔ ۷۔ عبداللہ بن صامتؒ۔ ۸۔ زید بن ذبیانؒ۔ ۹۔ عبداللہ بن شفیق۔ ۱۰۔ عمرو بن میمون۔ ۱۱۔ عبداللہ بن غنمؒ۔ ۱۲۔ قیس بن عبادؒ۔ ۱۳۔ مرثد بن مالک بن زبیدؒ

تاریخی اثرات | حضرت ابوذر غفاریؓ گو کسی ایک جگہ نہیں رہے۔ پہلے مدینہ میں تھے وہاں سے شام بھیج دیئے گئے شام سے دوبارہ مدینہ آ گئے اور سب سے آخر میں انہیں ربذہ کی طرف نکال دیا گیا۔ مگر اس کے باوجود بھی ان کی تعلیمات پھیلنے اور لوگوں کو متاثر کرنے سے نہ رہ سکیں۔ اگرچہ اس وقت انہوں نے زمانے کو اپنے مخصوص نظریے کے اعتبار سے متاثر نہیں کیا۔ مگر ان کے اثرات کوئلے کی دھیمی دھیمی آگ کی طرح ہر دور میں اپنی حرارت دکھاتے رہے اور ایسے صاحبان فضل و کمال پیدا کرتے رہے جو دنیا سے ہمیشہ بیزار رہے اور جنہوں نے حرص و آز کی دنیا میں اسوۂ ابوذری کا دامن نہیں چھوڑا۔ تصوف میں جو فقر و غنا کا ایک مستقل باب قائم کیا گیا۔ اس کو ذات نبویہ کے علاوہ ابوذر اور ابوہریرہ جیسے صحابہ کرامؓ کی مثالیں ہی سایہ بہم پہنچاتی ہیں۔

مکتب اسامہ بن زیدؓ | مدینہ منورہ کی درسگاہوں میں ایک یادگار درس گاہ حضرت اسامہ بن زید کی ہے جن کا

نام و نسب | نام اسامہ، کنیت ابو محمد، لقب حب (محبوب) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سلسلۂ نسب یہ ہے کہ اسامہ بن زید بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب بن عبدالعزیٰ۔ قبیلہ بنو کلب۔ پیدائش ۶ھ ق ۰ھ اور وفات ۵۴ھ میں بعمر ۶۰ سال مدینہ منورہ میں ہوئی۔[۳]

حضرت اسامہؓ نے آنحضرت صلعم کی گود مبارک میں آنکھ کھولی تھی۔ اور آپؐ کے اس قدر چہیتے تھے کہ ان کو حبِّ رسول کہا جاتا تھا۔ حضرت اسامہؓ کے باپ حضرت زیدؓ کو زبردستی غلام بنا لیا گیا تھا۔ مگر آں حضرت صلعم نے انہیں آزاد کر کے متبنّیٰ بنا لیا تھا۔ اس لئے حضرت اسامہؓ آنحضرت صلعم کے لئے اپنی ہی اولاد کی طرح عزیز تھے۔ حضرت اسامہؓ ۱۱ھ میں بعمر ۱۶ سال

۱۔ تذکرۃ الحفاظ بذیل ابوذر ۲۔ سیر الصحابہ مہاجرین ج ۲ ص ۷۲، ۷۳۔
۳۔ حوالہ مذکور

اس لشکر کے امیر بنائے گئے جو روم کی سرحد پر غزوہ موتہ کا انتقام لینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے تھوڑا ہی عرصہ قبل روانہ کیا تھا اور جس کی روانگی دورِ صدیقی میں ہوئی۔ اور جو کامیاب و کامران ہو کر لوٹا تھا۔ اس کے علاوہ بھی متعدد غزوات و سرایا میں اہم حصہ لیتے رہے۔

فضل و کمال حضرت اسامہؓ نے دامنِ نبوت میں پرورش پائی تھی اس لئے ان کا پایۂ علمی کافی بلند ہونا چاہئے تھا۔ مگر وجہ یہ بنی کہ حضرت اسامہؓ وصالِ نبوی تک نو عمر تھے۔ اس لئے مجلس نبوی سے فیض یابی کا چنداں موقع نہ مل سکا مگر تاہم اس کے باوجود بھی جو کچھ ان کے پاس تھا اسے ہرگز کمتر نہیں کہا جا سکتا۔ بہت سی باتیں اور بہت سی احادیث ان کے سینۂ اطہر میں محفوظ تھیں۔ وہ علم و عرفان کی مسند پر نوعمر معلّم کی حیثیت تو ضرور رکھتے تھے مگر کم آموزہ کی حیثیت ہرگز نہیں رکھتے تھے۔

ان سے کل روایات ۱۲۸ ہیں۔ جن میں سے ۱۵ متفق علیہ اور ۲ بخاری اور ۲ مسلم میں منفرداً منقول ہیں۔

چند نامور تلامذہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔حسن۔ ۲۔محمد بن عباس۔ ۳۔ ابوہریرہ۔ ۴۔کریب۔ ۵۔ ابوعثمان نہدی۔ ۶۔عمرو بن عثمان۔ ۷۔ابو وائل۔ ۸۔ عامر بن سعد۔ ۹۔حسن بصریؒ۔ ان سے کسی خاص عقیدۂ فکر کا سلسلہ نہیں نکلا۔ البتہ علمی دنیا میں ان کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔

مکتب ابن ام مکتومؓ حضرت ابن ام مکتومؓ ان صحابہ کرام میں سے ایک ہیں جن کی معلمی کا آغاز زمانۂ نبوی ہی میں ہو چکا تھا۔ ان کے نام کے بارے میں مختلف آراء ظاہر کی گئی ہیں۔ بعض عبداللہ اور بعض عمرو بتلاتے ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے عمرو بن قیس بن زائدہ بن رحم۔ ماں کا نام ام مکتوم تھا۔ اور اسی نسبت سے ان کی کنیت ابن ام مکتوم اتنی مشہور ہوئی کہ ان کا اصلی نام بھی اس کے پردے میں گم ہو گیا۔ گو ظاہری آنکھوں سے محروم تھے مگر باطن کی روشنی سے ضرور فیض یاب تھے۔ انہیں اسلام کے ہر اول دستہ میں شامل ہونے اور اپنے مکان کو اسلام کی پناہ کے لئے پیش کرنے کا شرف حاصل ہے[2]۔ عام طور سے کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات جنگ قادسیہ ۱۶ھ میں ہوئی[3]۔

حضرت ابن ام مکتوم قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت بھی اپنی بجا اہمیت رکھتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان کا مکان اسلام کی ابتدائی پناہ گاہ اور عبادت گاہ تھا۔ اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں ان کا مکتب تقریباً صحابہ میں اولین مکتب تھا جس میں حفظِ قرآن، قراءت قرآن کی تعلیم دی جاتی تھی[4]۔ حضرت ابن ام مکتوم نابینا صحابی ہونے کے باوجود متعدد موقعوں

۱؎ کتاب مذکور ۲؎ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ بذیل ابن ام مکتوم ۳؎ طبقات ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۱۵۶

۴؎ سیر الصحابہ مہاجرین ۲ ۲۲۰ تا ۲۲۴۔

پرنائب رسولؐ ہونے کے شرف سے مشرف ہوئے - ایسے مواقع کی تعداد ۱۳ تک بتائی جاتی ہے[1] - اس کے علاوہ مسجد نبوی کے مؤذن خصوصی تھے اگرچہ حضرت بلالؓ بھی اس منصب پر فائز تھے - مگر وہ بعض اوقات جلدی اذان دے دیتے تھے - مگر حضرت ابن ام مکتوم اس وقت تک اذان نہ دیتے تھے جب تک انہیں اصبحت، اصبحت نہ کہہ دیا جاتا[2] - ان کے قرارت وحفظِ قرآن میں بہت سے شاگرد ہوں گے کیونکہ ان کی درسگاہ کو قدامت کا شرف حاصل ہے مگر ان کے اسماء تاریخ میں محفوظ نہیں رہے، البتہ روایت حدیث میں حضرت انس اور زر بن حبیش کو ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہے[3]

مکتب کعب بن مالکؓ انصاری | حضرت کعب بن مالک کا اسم گرامی بھی ان صحابہ کرام کی فہرست کی زینت ہے - جنہوں نے دورانِ زندگی مسند علمی کو آراستہ رکھا۔

کوائف | ان کا نام کعب، کنیت ابو عبداللہ قبیلہ بنو سلم - سلسلۂ نسب کعب بن مالک بن ابی کعب ہے - ماں کا نام لیلیٰ بنت زید تھا - عقبۂ ثانیہ میں ۷۰ آدمیوں کی معیت میں اسلام قبول کیا - اور ۵۰ھ میں بعمر ۷۷ سال مدینہ میں انتقال فرمایا[4] اور انصار کے گورِ غریباں میں مدفون ہوئے - ان سے کل روایات کی تعداد ۸۰ ہے - راویوں میں ۱- اسید بن حضیر - ۲- عبداللہ بن عباس ۳- جابر - ۴- ابو امامہ باہلی - ۵- امام باقر - ۶- عمرو بن حکم بن ثوبان - ۷- علی بن ابی طلحہ ۸- عمر بن کثیر بن افلح - ۹- عمر بن حکم بن رافع جیسے اکابر داخل ہیں[5]

مکتب عبداللہ بن سلام | نام عبداللہ - کنیت ابو یوسف - لقب حبر - یہود مدینہ کے قینقاع خاندان سے تھے - سلسلۂ نسب حضرت یوسفؑ پر منتہی ہوتا ہے - اسلام سے پہلے ان کا نام حصین تھا - اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا گیا - ۴۳ھ میں بمقام مدینہ منورہ انتقال فرمایا[6] قرآن وحدیث کے علاوہ تورات وانجیل پر بھی عبور حاصل تھا - زمانۂ اسلام میں بھی وہ مرجع انام تھے - کبائر و صغائر صحابہ مشکلات میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے - ان سے کل روایات ۲۵ ہیں - راویوں کے اسماء یہ ہیں :- ۱- انس بن مالک - ۲- ابوہریرہ - ۳- زرارہ بن اوحی - ۴- عبداللہ بن معقل - ۵- عبداللہ بن حنظلہ - ۶- حربۃ بن الحر - ۷- قیس بن عباد - ۸- ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن - ۹- حمزہ بن یوسف - ۱۰- عمر بن محمد - ۱۱- عوف بن مالک - ۱۲- ابو بردہ بن ابوموسیٰ - ۱۳- ابوسعید مقبری - ۱۴- عبادہ الزرقی - ۱۵- عطاء بن یسار - ۱۶- بسر بن سعید بن عبیس غفاری ہیں[7]

مذکورہ بالا صحابہ کرامؓ کے علاوہ اور بھی بے شمار صحابہ کرام اس مبارک شہر میں مصروف تعلیم وتعلم تھے - ان میں سے چند ایک کا مختصر ذکر کافی ہوگا -

ابو رافعؓ | نام اسلم، کنیت ابو رافع - آں حضرت صلعم کے غلام تھے جب اسلام قبول کیا تو آپ نے آزاد کر دیا - حضرت علیؓ کے

---

[1] حوالہ مذکور [2] بخاری، کتاب الاذان [3] سیر الصحابہ ص ۲۲۴ [4] الذہبی، سیر اعلام النبلاء بذیل کعب [5] سیر الصحابہ انصار ج ۲ ص ۱۴۶ تا ۱۵۵ [6] سیر الصحابہ انصار ۲: ۲۶۶ [7] حوالہ مذکور

ابتدائی زمانہ میں مدینہ میں وفات پائی۔ ان سے کل مرویات کی تعداد ۶۸ ہے۔ جن میں سے ۱ میں بخاری اور ۳ میں مسلم منفرد ہیں تلامذہ میں ۱۔حسن، عطار بن یسار۔ ۲۔ابوغطفان ۔۳۔ابوسعید مقبری۔ ۴۔سلیمان بن یسار ممتاز ہیں[۱]

رافع بن خدیجؓ نام رافع، کنیت ابوعبداللہ۔ قبیلہ اوس اور سلسلہ نسب رافع بن خدیج بن رافع بن عدی۔ والدہ کا نام حلیمہ بنت عمرو بن مسعود تھا۔ پیدائش ۱۲ ق ھ کے لگ بھگ اور وفات ۷۴ھ میں بعمر ۸۶ سال میں انتقال فرمایا[۲] ان سے کل ۷۸ روایات منقول ہیں۔ راویوں میں صحابہ اور تابعین دونوں شامل ہیں۔ ۱۔ ابن عمر۔ ۲۔محمود بن لبید۔ ۳۔سائب بن یزید۔ ۴۔اسید بن ظہیر۔ ۵۔مجاہد۔ ۶۔عطاء۔ ۷۔شعبی۔ ۸۔عبایہ بن رفاعہ۔ ۹۔عمرہ بنت عبدالرحمن۔ ۱۰۔سعید بن مسیب۔ ۱۱۔نافع بن جبیر۔ ۱۲۔ابوسلمہ بن عبدالرحمن۔ ۱۳۔ابوالنجاشی ۱۴۔سلیمان بن یسار۔ ۱۵۔عیسیٰ۔ ۱۶۔عثمان بن سہل۔ ۱۷۔ہریرہ بن عبدالرحمن ۱۰۔ یحییٰ بن اسحاق۔ ۱۹۔ثابت بن انس۔ ۲۰۔حنظلہ بن قیس۔ ۲۱۔نافع۔ ۲۲۔واسع بن حبان۔ ۲۳۔محمد بن یحییٰ[۳]

سلمہ بن اکوعؓ نام سنان کنیت ابوایاس۔ والد عبداللہ بن عبداللہ ہے۔ ۶ھ کے لگ بھگ اسلام قبول کیا اور ہجرت کی۔ چلنے دوڑنے میں نہایت ممتاز تھے۔ ۷۴ھ میں بمقام مدینہ منورہ انتقال فرمایا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ ان سے کل روایات کی تعداد ۷۷ ہے۔ جن میں ۱۶ متفق علیہ ہیں اور ۵ بخاری میں اور ۹ مسلم میں منفرداً منقول ہیں۔ تلامذہ میں ۱۔ ایاس بن سلمہ۔ ۲۔یزید بن عبید۔ ۳۔عبدالرحمن بن عبداللہ۔ ۴۔اور محمد بن حنفیہ قابل ذکر ہیں[۴]

ان صحابہ کرامؓ کے علاوہ اور بھی بے شمار صحابہ کرام کی چھوٹی چھوٹی درسگاہیں مدینہ منورہ کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی تھیں اور تعلیمی اور علمی زندگی کو اپنی اپنی حد تک متاثر کر رہی تھیں۔ ان سب کا ذکر طوالت کی وجہ سے نہیں کیا جا سکتا۔

---

[۱] [۲] سعید انصاری، سیر الصحابہ ص ۲۰۰، سیر انصار ج ۱

[۳] سیر الصحابہ ص ۲۰۷ [۴] اصابہ ج ۳۔ ص ۱۱۸ نیز سیر الصحابہ ص ۲۱۷ - ۲۱۹

SOHRAB
پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سہراب

مرتبہ : پروفیسر محمد ایوب قادری

مکتوبات

مولانا محمد میاںؒ

بنام

پروفیسر محمد ایوب قادری

مولانا محمد میاں، ایک نامور عالم تحریک آزادی کے مشہور رہنما، محقق مصنّف و مورّخ، دیو بند کے قدیم ساکن اور دارالعلوم دیو بند کے فاضل تھے۔ کچھ مدت درس و تدریس سے تعلق رہا پھر تصنیف و تالیف کے میدان کو سنبھالا۔ ان کی کتابیں علمائے ہند کا شاندار ماضی، علمائے حق، عہد زریں (ازالۃ الخفا کا ترجمہ و تلخیص) علمی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ایک زمانے تک جمعیۃ العلماء ہند کے دفتر اور نظم و نسق سے وابستہ رہے۔

جب ۱۹۵۷ء میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کو پورے سو سال ہوئے تو اس تحریک کا جشن صد سالہ منایا گیا۔ مصنفین و مورخین نے ۱۸۵۷ء کے موضوع پر مختلف کتابیں اور رسالے لکھے۔ اسی تعلق سے ۱۹۵۶ء سے مولانا محمد میاں سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ آغاز خط و کتابت خود مولانا مرحوم نے فرمایا اور یہ سلسلہ کم و بیش بارہ سال رہا۔ پہلا خط ۲۸ جولائی ۱۹۵۶ء کا اور آخری خط ۳ اکتوبر ۱۹۶۸ء کا ہے۔ کل (۳۳) خط محفوظ رہ سکے دو چار خط اور بھی ہوں گے جو سر دست ہم دست نہ ہو سکے۔

ان خطوط سے مولانا کے علمی شغف اور اعلیٰ اخلاق کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہم نے ان خطوط پر مختصر سے حواشی لکھ دئے ہیں اور ناظرین "الحق" کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

(محمد ایوب قادری)

(۱) مکرم و محترم دام لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مزاج عالی! جناب محترم قاری محمد بشیر الدینؒ[۱] صاحب شاہجہانپوری کے ذریعہ جناب سے غائبانہ تعارف کی مسرت حاصل ہوئی۔

---

[۱] قاری بشیر الدین پنڈت ایم اے بدایونی ثم شاہجہانپوری مشہور مصنف ہیں۔ تاریخ پیران کی ایک اعلیٰ تصنیف ہے۔

۱۹۵۷ء قریب ہے جب کہ سو سال پہلے کے شہدائے حریت کی یادگار منائی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اس سعادت میں مسلمان کسی سے پیچھے نہیں رہے مگر ۱۸۵۷ء کے ہولناک نتائج نے کچھ اس درجہ پس ماندگان کو مرعوب کر دیا تھا کہ اپنے بزرگوں کے کارنامے دہرانے یا شائع کرنے کی بجائے ان کو چھپانے یا بسا اوقات انکار کرنے پر مجبور ہوتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تدوین و ترتیب کے سلسلے میں آج ہمارا دامن تقریباً خالی ہے۔ البتہ منفرق طور پر یہ موتی بکھرے ہوئے ضرور ہیں اور کچھ خاندانی روایتوں کی حیثیت میں محفوظ ہیں۔

ہر صاحب ذوق سے اور اسی طرح قاری صاحب موصوف کی خدمت میں اپیل پیش کی گئی کہ اس سلسلے میں جو کچھ معلومات ہوں وہ قلم بند فرما کر عنایت فرما دیں تو ۵۷ء کے آغاز ہی میں یا اس سے بھی پہلے ان کو شائع کر دیا جائے۔

قاری صاحب موصوف سے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ بھی اس سلسلے سے دلچسپی لے رہے ہیں۔ لہٰذا یہ درخواست آپ کی خدمت میں بھی پیش ہے اور یقین ہے کہ آپ اس کو شرف قبولیت بخشیں گے۔ والسلام ۲۰ جولائی ۱۹۵۶ء

---

(۲) محترم قادری صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! اسی وقت جناب کے دو گراں قدر علمی ہدیوں سے سرفراز ہوا: تذکرہ مولانا فیض احمد صاحب بدایونیؒ مطبوعہ اور مسودہ تذکرہ مولانا کفایت علی کافی شہید مرادآبادیؒ۔

اس خصوصی عنایت کا بہت بہت شکریہ! جزاکم اللہ۔ احقر عنقریب تبصرہ لکھ دے گا۔ مولانا کافی شہیدؒ کے تذکرہ کے متعلق بھی کوشش کرے گا کہ "آزادی نمبر" میں گنجائش نکل سکے۔ مگر چونکہ صرف ۲۰ صفحہ کا پرچہ ہوگا اتنی گنجائش شاید نہ نکل سکے گی تو انشاء اللہ سنڈے ایڈیشن میں بالاقساط شائع کیا جائے گا[۱]۔ کاش یہاں کسی طرح مطبوعہ کتابیں بھی پہنچ سکیں تو مضمون کے آخر میں اس کا بھی اعلان کر دیا جاتا۔

بہرحال اس ہدیہ گرامی کے شکریہ کے لئے یہ عریضہ ارسال ہے۔ والسلام

نیازمند محمد میاں ۶ اگست ۵۶ء

---

(۳) محترم و مکرم دام لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

لہ خاکسار محمد ایوب قادری نے مئی ۱۹۵۵ء میں ایک مختصر سی کتاب اس عنوان سے لکھی اور شائع کی تھی یہ میری پہلی کتاب تھی۔

لہ یہ مضمون "الجمعیۃ دہلی" کے سنڈے ایڈیشن میں شائع ہوا تھا۔

مزاج گرامی۔　　گرامی نامہ مورخہ ۴ راگست سے مشرف ہوا۔ توجہ فرمائی کا شکریہ۔ جناب نے چند نام[1] لے کر اور شوق پیدا کر دیا۔ اب اس کو پورا فرمائیے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۵۷ء میں صد سالہ یادگار منائی جارہی ہے۔ اس سے پیشتر ضرورت ہے کہ جتنے شہداء اور مجاہدین کے حالات مرتب ہوسکیں شائع کر دیئے جائیں۔ یہ اشاعت جمعیۃ علماء ہند، جمعیۃ علمائے صوبہ، یوپی کی طرف سے ہوگی۔

اور اس وقت یہ سلسلہ الجمعیۃ کے سنڈے ایڈیشن میں جاری ہے۔ یعنی جو حالات کوئی صاحب قلم بند کر کے بھیجتے ہیں وہ سنڈے ایڈیشن میں شائع کر دئے جاتے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو سنڈے ایڈیشن جناب کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کر دیا جایا کرے جناب کا عطیہ بھی پہلے سنڈے ایڈیشن میں شائع ہوگا۔ پھر مستقل کتاب کا جزء بن کر، انشاء اللہ

والسلام　　محمد میاں عفی عنہ　　۱۶ راگست ۵۶ء

---

(۴)　محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی۔　　گرامی نامہ مورخہ ۲۲ راگست میں شہدائے ۱۸۱۶ء، ۱۸۱۷ء[2] کے متعلق جو وعدہ کیا گیا تھا اس کے ایفاء کا انتظار ہے۔ امید ہے کہ سنڈے ایڈیشن روزنامہ الجمعیۃ ملاحظہ عالی سے مشرف ہو رہا ہوگا۔　والسلام

نیازمند　محمد میاں　　۲۵ ستمبر ۱۹۵۶ء

محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی　　گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ رجسٹری لفافہ بھی پہنچ گیا۔ شکریہ قبول فرمائیے۔ حسب مراتب پرچہ احتیاط سے واپس کر دیا جائے گا۔　والسلام

نیازمند　محمد میاں　　۱۱ ر اکتوبر ۵۶ء

---

[1] خاکسار نے جنگِ آزادی مجاہدین کے بہت سے نام لکھ کر بھیج دئے تھے کہ ان کے حالات بھیجے جا سکتے ہیں [2] مفتی محمد عوض بدایونی ثم بریلوی نے ۱۸۱۶ء میں بریلی میں سب سے پہلے جہاد کیا تھا۔ پھر وہ ٹونک چلے گئے تھے۔ مفتی مرحوم نواب صدیق حسن خان قنوجی ثم بھوپالی کے حقیقی نانا تھے۔ راقم نے ان کے متعلق ایک تفصیلی مقالہ لکھا تھا جو العلم کراچی میں شائع ہوا تھا۔

(۶) محترم المقام دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مزاج گرامی۔ رسالہ العلم رجسٹری کے ذریعہ موصول ہوا اور سابق گرامی نامہ کے بعد آج دوسرا گرامی نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ اس نوازش وعنایت کا بے حد شکریہ۔ اور احقر کو بے حد ندامت ہے کہ ناگزیر حالات کی بنا پر تاخیر ہوگئی معاف فرمائیں۔

حضرت مولانا فیض احمد صاحب کے متعلق مضمون انشاء اللہ آئندہ سنڈے ایڈیشن میں شائع ہو سکے گا۔ اس مرتبہ موقع نہیں مل سکا۔ علالت مزاج سے تردد ہے خدا کرے اب طبیعت روبصحت ہو۔

نوازش کا مکرر شکریہ اور اپنی کوتاہی کی معذرت۔ والسلام ۹ رفروری ۵۷ء ۸ ررجب ۷۶ھ

---

(۷) محترم ومکرم دام ظلکم العالی ۱۱رمئی ۵۷ء ۔۔ ۱۱ رشوال ۷۶ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ مولانا مفتی عنایت[۵] احمد صاحب کاکوری کے متعلق مضمون گذشتہ سے پیوستہ سنڈے ایڈیشن میں شائع ہو چکا ہے۔ غالباً اس گرامی نامہ کے بعد وہ سنڈے ایڈیشن پہنچا ہوگا۔ احتیاطاً آج مکرر ارسال ہے۔

۱۰ رمئی کو یہاں صرف پیام وطن نے نمبر شائع کیا ہے۔ باقی اور رسالوں اور اخباروں نے غالباً کوئی نمبر نہیں شائع کیا۔ یہاں سرکاری طور پر ۱۵ یا ۱۴ راگست کو ۵۷ء کی یادگار منائی جائے گی۔ اسی وقت الجمعیتہ بھی اپنا نمبر شائع کرے گا۔ اس کے لئے جناب کی خدمت میں درخواست پیش کرنے کا ارادہ تھا۔ جناب نے خود ہی توجہ فرمائی۔ اب یہ درخواست اس وقت پیش کر رہا ہوں کہ کوئی تازہ مضمون عنایت فرمائیے۔ نوازش ہوگی۔ کوئی تازہ مضمون ناممکن ہو تو آخری صورت یہ ہے کہ جن شہدائے حریت کے متعلق آپ اب تک لکھ چکے ہیں ان کے مختصر مختصر حالات یکجا تحریر فرما دیجئے۔ تین چار کالموں کا یہ مضمون انشاء اللہ نیا ہی ہوگا۔

---

(۸) محترم المکرم دام ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مزاج گرامی۔ آج گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ احقر کو خود خیال تھا کہ اس مرتبہ مضمون پہنچنے کی اطلاع بھی نہیں دے سکا۔ اور مضمون شائع بھی نہیں کرا سکا۔ جناب کو تردد ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ احقر کے لئے یہ زمانہ غیر معمولی مصروفیت کا گزر رہا ہے۔ مضمون اس وقت آیا کہ آزادی نمبر شائع

---

[۵] مفتی عنایت احمد صاحب مصنف علم الصیغہ وتواریخ حبیب اللہ وغیرہ

ہوچکا تھا۔ مضمون کے ساتھ ہی مکتوب بنام محمد میاں بھی ہے جو نجی حیثیت رکھتا ہے۔ لہذا بجنسہ اشاعت کے لئے نہیں دیا جاسکتا۔ کچھ اتفاق ایسا بھی ہوتا ہے کہ جمعرات کو جب احقر سنڈے ایڈیشن کے لئے مضمون دیا کرتا ہے۔ اکثر دہلی سے غیر حاضر رہا۔ بہر حال جناب کا مضمون محفوظ ہے۔ انشاء اللہ شائع ہوگا جناب کی یہ شکایت بھی درست اور بجا ہے کہ ہر ایک مصنّف اپنے ممدوح کے احترام اور ستائش میں اس درجہ منہمک ہوجاتا ہے کہ اور بزرگوں کو نہ صرف نظر انداز کرتا ہے بلکہ ایسا انداز اختیار کرتا ہے کہ ان کی تنقیص ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اس کا خود احقر کو احساس ہے اس ناگواری کی کوئی وجہ نہیں۔

احقر اپنی دوسری مصروفیتوں کے سبب الجمعیۃ کے نظام عمل سے بھی قطعاً علیحدہ ہے: تاہم کوشش کروں گا کہ سنڈے ایڈیشن جناب کی خدمت میں حسب دستور جاری رہے۔ والسلام ۲۸ اکتوبر ۵۷ء - ۴ ربیع الثانی ۷۷ھ

---

(۹) محترم و مکرم دام ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مزاج گرامی! حضرت مولانا محمد مظہر صاحب اور حضرت مولانا محمد منیر صاحب کے حالات[۱] جو گرامی نامہ میں درج تھے آج ان کو مرتب کر کے سنڈے ایڈیشن میں اشاعت کے لئے بھیج دیا ہے خدا کرے صحیح شائع ہوں۔ مزید کی تلاش ہے جو شاندار[۲] ج ہ کے لئے باعثِ زینت و باعثِ فخر ہوں گے۔

شاندار جلد دوم اور جلد سوم احقر نے اپنے طور سے طبع کرائی ہیں بطور ہدیہ پیش ہیں۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔ ان کے علاوہ اور جتنی مطبوعات ہیں ان پر احقر کا نام خواہ کسی عنوان سے اور خواہ کتنا ہی جلی ہو وہ احقر کی نہیں جماعتی ہیں۔ اور جماعتی نظام کے موجب ان کی روانگی یا پیش کش ہوتی ہے۔ والسلام ۱۲ نومبر ۵۷ء

---

(۱۰) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مزاج گرامی۔ گرامی نامہ کا جواب بہت ہی تاخیر سے پیش کر رہا ہوں۔ اس زمانہ کے حوادث بھی سخت رہے۔ بالخصوص حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز[۳] کے سانحہ ارتحال نے ارادوں اور تمناؤں کی دنیا ہی ویران کر دی۔ بہر حال فرمانِ قضا میں کسی کو دم مارنے کا موقع نہیں ہے۔ راضی برضا رہنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مشکلات حل فرمائے۔

---

[۱] مولانا محمد مظہر نانوتوی و مولانا محمد منیر نانوتوی [۲] علمائے ہند کا شاندار ماضی مراد ہے [۳] مولانا حسین احمد مدنی

"تاخیر کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ ۲۵ رنومبر کا پرچہ جس میں حضرات علمائے تھانہ بھونؒ کے متعلق جناب کا مضمون شائع ہوا تھا احقر کے پاس نہیں تھا اور دفتر الجمعیتہ میں جا کر تلاش کرنے کی فرصت نہیں مل سکی۔ بہر حال آج تلاش کرنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ جناب کے مضمون والا پرچہ مورخہ ۲۵ رنومبر اور ایک اور سنڈے ایڈیشن ارسال خدمت ہے۔ دوسرے اس سنڈے ایڈیشن میں " ۱۸۵۷ء کی یادیں " ایک آخری مضمون احقر کی طرف سے ملاحظہ فرما کر رائے عالی سے مطلع فرمائیں۔　　والسلام۔ ۲۱ر دسمبر ۵۷ء

---

(۱۱)　محترم المکرم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی　　گرامی نامہ کی تعمیل تو ہو چکی ہے۔ یعنی سنڈے ایڈیشن جاری کر دیا گیا ہے۔ پہنچ رہا ہوگا۔ باقی امور کے متعلق تفصیلی جواب کی ابھی تک مہلت نہیں ملی۔

آج شیخ الاسلام نمبر کا ایک نسخہ بطور ہدیہ بذریعہ رجسٹری پیش خدمت ہے رسید سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

والسلام　　۴ر مارچ ۵۸ء ۱۲ر شعبان ۷۸ھ

---

(۱۲)　محترم المکرم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!　　۲۹ر اپریل کے گرامی نامہ کے بعد کسی گرامی نامہ سے مشرف نہیں ہوا۔ اور اس عرصے میں احقر کو بھی عریضہ پیش کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اس وقت یہ عریضہ خاص مقصد سے پیش کر رہا ہوں۔

علمائے ہند بالخصوص ۱۸۵۷ء کے علمائے مجاہدین کے متعلق آپ کی معلومات بہت کافی اور مطالعہ ماشاء اللہ بہت وسیع ہے۔ ان حضرات کے حالات قلم بند فرما دیں تو اشاعت کا انتظام (بشرط حیات) یہ احقر کردے گا۔[۱]

جناب کے علم میں ہوگا کہ علمائے ہند بالخصوص الف ثانی کے علماء احقر کا خاص موضوع ہے اور حافظہ اور مطالعہ۔ احقر کے نقص کے باوجود جس قدر ممکن ہو سکا۔ خامہ فرسائی کی جسارت کی۔ مگر اب احقر کے حالات اتنے بدل چکے ہیں۔ کہ اس موضوع پر لکھنے کی نہ فرصت رہی نہ ہمت۔ آپ کے لئے یہ بات چنداں مشکل نہیں ہے۔ متعدد حضرات کے حالات آپ تحریر فرما چکے ہیں باقی کچھ اور ہیں توجہ فرمائیں تو کچھ مشکل نہیں۔ اور یہ ناتمام موضوع تمام ہو جائے گا۔ امید ہے کہ احقر کی اس درخواست پر توجہ فرمائی جائے گی۔ والسلام۔ ۱۵ر جون ۵۸ء

---

[۱] حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ　[۲] افسوس کہ اس وقت تو تعمیل ارشاد نہ ہو سکی۔ البتہ احقر اپنی کتاب " جنگ آزادی ۱۸۵۷ء " میں ایک باب میں " مجاہد علماء " کے حالات لکھے ہیں۔

(۱۳) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مزاج گرامی! گرامی نامہ باعث سرفرازی ہوا جناب نے جو ترتیب درج فرمائی ہے مناسب ہے[1]۔ صفحات کی کوئی حد نہیں البتہ اختصار ملحوظ رہے۔ اور تکرار سے بھی احتیاط فرمائی جائے جناب کی تحریر خود ہی جامع اور مختصر ہوتی ہے۔ خدمات لائقہ سے سرفراز فرمائیں

۸ر جولائی ۵۸ء۔ ۲۰ر ذی الحجہ ۷۷ھ

---

(۱۴) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عرصے سے خیریت نہ معلوم ہونے کے باعث احقر کو خود خیال تھا کہ عریضہ پیش کروں۔ مگر شفقت بزرگانہ نے شفقت کی جزاکم اللہ الحمد للہ احقر بفضلہ تعالیٰ ہے۔ جملہ متعلقین بخیریت ہیں۔ "العلم" سے مشرف بھی ہوا اور مستفیض بھی۔ جزاکم اللہ۔ مولانا محمد احسن صاحب کے متعلق دوسری قسط[2] کا انتظار ہے۔

شاندار ماضی[3] وغیرہ سے یہ تجربہ ہوا کہ ایسی کتابیں علمی ذوق کی بنا پر شاذونادر نکلتی ہیں البتہ جذبات اگر ہمنوا ہوں تو لا تعلق — لہٰذا مولانا محمد حسن صاحب نانوتوی کی سوانح مفصل کتاب کی شکل میں شائع کرنے سے پہلے اس کا لحاظ فرما لیا جائے۔

گرامی نامہ کے مطالعہ سے اپنی کوتاہی پر افسوس ہوا کہ اب تک آزاد نمبر نہیں پیش کیا جا سکا۔ آج بذریعہ بک پوسٹ رجسٹرڈ یہ نمبر ارسال کیا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام نمبر جو گزشتہ سال شائع ہوا تھا وہ غالباً جناب کی خدمت میں بھیجا جا چکا تھا۔ اب مکرر وہ بھی ساتھ بھیجا جا رہا ہے اگر جناب کے پاس فاضل ہو تو کسی قدر دان ادارہ کو عنایت فرما دیجئے۔ گرامی نامہ سے ایک دوسرا شبہ یہ ہوا کہ مفتی انتظام اللہ شہابی صاحب اور سید الطاف علی صاحب بریلوی کو بھی یہ دونوں نمبر بھیج رہا ہوں غالباً آپ کی ان حضرات سے ملاقات ہوتی رہتی ہوگی۔ ان کو کارڈ بھی لکھے ہیں۔ جناب سے ملاقات ہو تو سلام فرما دیں۔ خیریت سے گاہ گاہ مطلع فرما کر ممنون فرماتے رہیں۔ اور دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

۸ر فروری ۵۹ء ۹ر شعبان ۷۸ھ

---

(۱۵) محترم المکرم دام ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مزاج گرامی!

---

[1] مولانا نے اپنے پچھلے مکتوب میں جس کتاب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ غالباً میں نے اس کا خاکہ مرتب کر کے بھیجا تھا۔ [2] ۱۹۵۸ء میں احقر کا یہ مضمون "العلم" کراچی میں شائع ہوا تھا۔ [3] مولانا محمد میاں کی کتاب "علمائے ہند کا شاندار ماضی"۔

گرامی نامہ مورخہ ۱۹ مارچ پیش نظر ہے اور نادم ہوں کہ جواب میں اتنی تاخیر ہوئی کہ اب معذرت کرنا بھی عذرِ گناہ بدتر از گناہ معلوم ہوتا ہے۔

۲۰ جنوری سے تقریباً اواخر اپریل تک سفروں کا سلسلہ رہا۔ اس وجہ سے ڈاک کا نظام درہم برہم رہا اور اب تک سنبھل نہیں سکا۔ اس اثناء میں احقر الحکم کے مطالعہ سے مشرف و محظوظ ہوا۔ مولانا محمد احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو کچھ جناب نے تحریر فرمایا وہ فی الحقیقت ریسرچ اور تحقیق کی بہترین مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی جدوجہد مشکور و مقبول فرمائے لیکن یہ سوال بہت پیچیدہ ہے کہ تجارتی نقطۂ نظر سے بھی اس کی اشاعت کتابی شکل میں نتیجہ بخش ہو سکتی ہے؟ احقر اس بارے میں پُرامید نہیں ہے ممکن ہے پاکستان کا ذوق کچھ بہتر ہو۔ اور احقر کی مایوسی غلط ہو۔ اس کا اندازہ آپ فرما سکتے ہیں۔ بہرحال اس ذرہ نوازی کا بہت بہت شکریہ کہ علمی ہدایا کے موقع پر جناب والا احقر کو یاد فرماتے رہتے ہیں جس کی بناء پر احقر کو بھی ناز کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ع

بلبل ہمیں بس است ... الخ

۱۸ مئی ۵۹ء التفات عالی اور دعاؤں کا محتاج

---

(۱۶) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! گرامی نامہ عرصہ سے محفوظ ہے مجھے شدید افسوس ہے کہ جواب میں غیر معمولی اور بے انتہا تاخیر ہوئی جس کی بہت شرمندگی ہے تاخیر کا باعث یہ کہ جواب کچھ حوصلہ افزا نہیں ہے۔

مکتبہ برہان یا ندوۃ المصنفین، ۱۸۵۷ء کے متعلق دو کتابیں شائع کر چکے ہیں تیسری کتاب زیر اشاعت ہے خاص ۱۸۵۷ء یا خاص فن تاریخ مکتبہ برہان کا مقصود اور موضوع نہیں ہے۔ ان حالات میں ان کے لئے حوصلہ افزا جواب دینا مشکل ہے۔ آپ نے یہ بھی تحریر نہیں فرمایا کہ کتاب کی ضخامت کتنی ہو گی۔ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی، ندوۃ المصنفین کے ناظم اور مکتبہ برہان کے سرپرست ہیں۔

احقر نے ان سے ذکر کیا مگر یہی دشواریاں انہوں نے پیش کر دیں۔ بازار کی حالت بھی یہ ہے کہ اردو خوان طبقہ دن بدن محدود ہوتا جا رہا ہے۔ ۵۷ء میں کسی قدر جوش بیدار ہو گیا تھا جس کی وجہ سے کچھ کتابیں نکل سکیں مگر اب ۱۸۵۷ء کو بھی تین سال ہو رہے ہیں۔ بہرحال اگر جناب یہ تحریر فرمائیں کہ ضخامت کتنی ہو گی تو پھر ایک مرتبہ مفتی صاحب موصوف سے بات کروں۔

لہ احقر کی کتاب "مولانا محمد احسن نانوتوی" ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اس کتاب کو حسنِ قبول حاصل ہوا۔

اور بہت ہی بہتر ہو کہ آپ براہِ راست ہی خط تحریر فرمائیں[۱] اور مناسب صورت سے احقر کا حوالہ بھی دے دیں۔ پتہ یہ ہے :۔
مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی۔ ندوۃ المصنفین۔ علاقہ جامع مسجد دہلی (ہند) ۔۔۔ ۱۲ر جنوری ۶۰ء

---

(۱۷) محترم و مکرم دام لطفکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

مزاج اقدس! ۔۔۔ گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ ابھی چند روز سے جناب کا خیال آ رہا تھا کہ عرصے سے کوئی خط نہیں آیا۔ آج نہ صرف خط بلکہ تشریف آوری کی خبر نے مسرور کیا۔ مگر افسوس ارشادِ گرامی کی تعمیل سے قاصر ہوں۔
رسالہ تحقیق اراضی[۲]۔ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کے کتب خانے میں تھا۔ احقر نے اس سے ہی اقتباسات لئے تھے اب یہ رسالہ اسی کتب خانہ سے مل سکتا ہے۔ صرف ایک نسخہ ہے یہ عرض کرنا مشکل ہے کہ مہتمم مدرسہ اس کے لئے آمادہ ہوں گے یا نہیں کہ وہ بذریعہ رجسٹری بھیج دیں۔ اگر جناب کی تشریف آوری مراد آباد ہو تو کتب خانہ میں ملاحظہ فرما لیجئے۔ خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہوں۔ ۔۔۔ والسلام ۔۔۔ ۱۹ر جولائی ۶۰ء ۲۴ محرم الحرام ۸۰ھ

---

(۱۸) محترم المقام دام لطفکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

مزاج گرامی! ۔۔۔ گرامی نامہ سے مشرف ہوا **متفقہ فتویٰ**[۱] کی کچھ کاپیاں پولیس کی دست برد سے کسی طرح محفوظ کر لی گئی تھیں۔ وہ دفتر کے محفوظ ریکارڈ میں موجود ہوں گی۔ مگر جگہ کی قلت کے سبب سے تمام ریکارڈ اس طرح رکھا ہوا ہے کہ کسی کا نکالنا فرہاد کے جوئے شیر (لانے) سے کم دشوار نہیں ہے۔ البتہ جمعیۃ علماء کی جملہ تجاویز اور تحریک کے سلسلے کے فتاویٰ یکجا جمع کرا دئے گئے تھے "جمعیت علماء کیا ہے" جلد دوم میں اس کو بھی تقریباً پندرہ سال گزر چکے ہیں۔
ایک نسخہ "جمعیت علماء کیا ہے" جلد دوم کا بذریعہ بک پوسٹ ارسال ہے۔ رسید سے مطلع فرما کر مطمئن فرمائیے۔

والسلام ۔۔۔ ۸ر ستمبر ۱۹۶۰ء

---

[۱] خاکسار نے اپنی کتاب "جنگ آزادی" ۱۸۵۷ء کی اشاعت کے لئے لکھا تھا یہ کتاب کراچی سے ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔

[۲] رسالہ تحقیق اراضی ہند شیخ جلال تھانیسری کا مشہور رسالہ ہے۔ خاکسار اس زمانہ میں ہندوستان (بریلی) گیا تھا لہٰذا چاہتا تھا کہ اس کو دیکھوں پھر یہ رسالہ پہلے "بصائر" کراچی بالاقساط اور بعد ازاں کتابی صورت میں شائع ہوا۔ [۳] ۱۹۲۰ء تک موالات کی تائید میں علماء کا متفقہ فتویٰ شائع ہوا تھا۔

(۱۹)

محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! ۹ر نومبر ۱۹۶۰ء کے گرامی نامہ میں اطلاع دی تھی کہ ملفوظات شاہ عبدالعزیزؒ [1] ارسال فرما رہے ہیں۔ پورے چھ ماہ ہو گئے۔ کتاب سے اب تک مشرف نہیں ہوا۔ انتظار باقی ہے۔

ادھر نومبر سے آج تک کچھ ایسا چکر ہے کہ دہلی میں دو چار روز سے زیادہ قیام کا موقع نہیں ملا۔ اول جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس عام پھر رمضان شریف اور اس سے پہلے شعبان میں مدارس عربیہ کے امتحانات وغیرہ کے سلسلہ میں خداوا سطے کی مشغولیت پھر جبل پور اور ساگر وغیرہ کے ہنگاموں کے باعث ان علاقوں کا بار بار سفر اور ریلیف کے کام۔ بہرحال گرامی نامہ اس وقت تک محفوظ کر رکھا ہے اور سامنے ہی رکھا ہے۔ خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔

پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی کے چند رسالے دو تین روز ہوئے موصول ہوئے۔ احقر کا خیال ہے کہ علمائے ہند کا شاندار ماضی وغیرہ چند کتابیں سوسائٹی کے لئے پیش کر دے اگر یہ کتابیں کچھ کارآمد ہو سکتی ہوں تو مہربانی فرما کر بواپسی مطلع فرمائیے احقر ارسال کر دے گا۔ خدا کرے مزاجِ گرامی بعافیت ہو۔ ۱۱ر مئی ۶۱ء ۲۶ ذی قعدہ ۸۰ھ

---

(۲۰)

محترم ومکرم دام ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! ملفوظات شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے بعد گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ اس وقت مندرجہ ذیل کتب الحمد بک ڈپو کی جانب سے بطور ہدیہ ارسال ہیں۔ وصول یابی سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

والسلام۔ ۲۱ر جولائی ۶۱ء۔ ۶ر صفر ۸۱ھ

---

(۲۱)

محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! گرامی نامہ مورخہ ۱۲ر نومبر ۱۹۶۱ء سے مشرف ہوا۔ سفروں وغیرہ کے باعث جواب میں تاخیر ہوئی۔ معاف فرمائیں۔

ارشاد گرامی کے مطابق شاندار ماضی جلد دوم سوم چہارم اور علمائے حق جلد اول و دوم مولانا اعجاز الحق قدوسی صاحب کے نام

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیزؒ ترجمہ مولوی محمد علی لطفی و مفتی انتظام اللہ شہابی کراچی سے شائع ہوا تھا۔

بھیج دی گئی جلد اول نایاب ہے۔ اب آپ مہربانی فرماکر مولانا اعجاز الحق قدوسی صاحب سے فرما دیجئے کہ دو کتابیں ارسال فرمائیں ایک احقر کے لئے دوسری جمعیۃ علمائے ہند کی لائبریری کے لئے مگر ایک پارسل میں دو کتابیں نہیں آسکیں گی۔ علیحدہ علیحدہ بھیجی جائیں ایک احقر کے نام اور دوسری خالد میاں سلمہٗ ۱۴۱-۲۱ احاطہ کالے صاحب، قاسم جان اسٹریٹ دہلی ۶ کے نام، خدا کرے مزاج گرامی بہمہ وجوہ بعافیت ہوں۔ والسلام ۱۸ر دسمبر ۱۹۶۱ء ۹ رجب ۸۱ھ

---

(۲۲) محترم قادری صاحب دام ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! ماہ مبارک، مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکتوں سے ہم سب کو نوازے۔ یہاں انتخابات کی گرم بازاری ہے۔ احقر اپنے لئے نہیں لیکن اپنے دوستوں کی وجہ سے کشاکش میں ہے۔ اس وقت امروہہ[۱] سے سنبھل جا رہا ہے۔ بہرحال یہاں خیریت ہے۔ گرامی نامہ مورخہ ۲۳ر دسمبر کا بہت بہت شکریہ۔ ایک نسخہ تذکرہ شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کا بھی شکریہ۔ دوسرے کا انتظار ہے۔ والسلام ۱۱ر فروری ۶۲ء ۵ر رمضان ۸۱ھ

---

(۲۳) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! گرامی نامہ مورخہ ۱۸ر جنوری کا جواب بہت تاخیر سے دے رہا ہوں واقعہ یہ ہے کہ شعبان کا مہینہ بہت مشغولیت کا گزرتا ہے احقر کا سلسلہ درس اگرچہ تقریباً ۱۸ سال سے بند ہے مگر مدارس عربیہ سے تعلق خدا کے فضل سے اب تک بہت گہرا ہے۔ دو مدرسوں کا اہتمام۔ مدرسہ شاہی مراد آباد اور مدرسہ حسین بخش دہلی کا اہتمام اس ناکارہ کے سپرد ہے اور متعدد مدرسوں کی مجلس شوریٰ کا احقر ممبر ہے۔ شعبان کے مہینے میں عربی مدرسوں میں امتحانات ہوتے ہیں۔ اور سالانہ جلسے ہوا کرتے ہیں۔ احقر کو ان میں کھینچنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے شعبان میں بہت مشغولیت رہتی ہے۔ اس سال بھی شعبان ختم ہونے نہیں پایا تھا کہ پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے انتخابات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ احقر نے اگرچہ پارلیمنٹ یا اسمبلی کی رکنیت اپنے لئے نہ پسند کی اور نہ قبول کی۔ مگر الیکشن سے دلچسپی ہے اور بایں ہمہ تقدس نمائی و تقویٰ و عبادت الیکشن خوب لڑا لیتا ہوں۔ اس مرتبہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بیمار پڑ گئے تو ان کے الیکشن کا چارج مجھے ہی لینا پڑا۔ ۵ر رمضان شریف کو اس سے فراغت ہوئی تو کلکتہ جانا پڑ گیا۔ جہاں سے جمعیۃ علماء ہند کے لئے مالی امداد حاصل کی جاتی ہے۔ رمضان شریف ختم

---

[۱] امروہہ ضلع مراد آباد مشہور تاریخی قصبہ ہے [۲] سنبھل ضلع مراد آباد بھی مشہور تاریخی قصبہ ہے

ہوا تو ادھر حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب کی علالت کی وجہ سے سخت تشویش ہے۔ دوسری برادر عزیز سید احمد میاں سلمہٗ کی دولڑکیوں کا عقد چہارم شوال کو ہے۔ مختصر یہ کہ اب تک مصروف رہا کہ نہ جناب کی تصنیف مبارک کا مطالعہ کر سکا نہ اس کے متعلق کچھ لکھ سکا۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ جلد موقع عنایت فرمائے کہ تعمیل ارشاد کر سکوں۔ کتاب کا صرف ایک نسخہ ملا ہے۔ دوسرے کا انتظار ہے۔ والسلام ۱۶ مارچ ۶۲ء ۵ رشوال ۸۱ھ

---

(۲۴) محترم المقام جناب قادری صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! پہلے مبارک باد قبول فرمائیے۔ پھر شکریہ۔ مبارک باد عید الاضحیٰ کی۔ اگرچہ سادہ ہے شکریہ علمی ہدیہ کا یعنی تواریخ عجیب[1] اور وحدت الوجود والشہود[2] دونوں باعث شادمانی ہوئے۔ استفاضہ کا ابھی موقع نہیں ہے۔ مصروفیت بہت زیادہ ہے چند روز بعد مطالعہ کر کے اپنی ناقص رائے عرض کر سکوں گا۔ ۴ مئی ۶۳ء

---

(۲۵) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! انتظار تھا۔ خدا کے فضل سے آج کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ جناب والا بخیریت پہنچ گئے۔ امید ہے کہ اور سب حضرات بھی بخیریت ہوں[3]

مولانا محمد اعلیٰ صاحب کے متعلق صرف جناب کا ارشاد کافی نہیں ہے تحقیق فرمائیے اور حوالہ عنایت فرمائیے یہ صرف احقر کا خیال ہی نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑے محقق و محدث کی رائے ہے۔ اس بنا پر تحقیق کے بغیر اس کی تردید قابل اطمینان نہیں ہو سکتی[4] والسلام ۲۷ اگست ۶۳ء ۲۸ ربیع الثانی ۸۳ھ

---

(۲۶) محترم المکرم دام لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

---

[1] خاکسار کی مرتبہ کتاب تواریخ عجیب عرف کالاپانی (تالیف مولوی محمد جعفر تھانیسری) [2] جناب شبیر الحق صدیقی صاحب کا مرتبہ رسالہ جو حضرت مولانا شیخ محمد تھانیسری کی تالیف ہے۔ [3] خاکسار ہندوستان سے کراچی واپس آیا۔

[4] مولانا محمد اعلیٰ صاحب کشاف اصطلاحات الفنون۔ تھانہ بھون ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے مولانا محمد میاں صاحب کا خیال ہے کہ وہ تھانہ ممبئی کے رہنے والے تھے۔

مزاج گرامی! گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ اس محقق کا نام بتانے سے بہتر ہے کہ جناب اپنی تحقیق پیش فرما دیں۔ اگر جناب کی تحقیق واجب التسلیم ہوئی تو احقر ان محقق صاحب کے ارشاد کو قابل تسلیم نہیں سمجھے گا۔[۱] جناب نے معاملہ کا آغاز فرمایا۔ پھر یہاں بہت پختگی سے اطمینان دلایا۔ مگر عزیزم خالد سلمہٗ کو شکایت ہے کہ اس نے کئی خطوط لکھے مگر ان کے جواب سے محروم رہا۔ یہاں فرمائشیں ہیں اور وہاں سے جواب ندارد۔ یہ تو بہت تکلیف دہ صورت ہے۔ امید ہے کہ جواب سے جلد نوازیں گے یکم ستمبر ۶۳ء

---

(۴۷) محترمہ قادری صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! ایک تازہ بتازہ ہدیہ پہنچا۔ یعنی نواب خان بہادر خان شہید (۱۸۵۷) کا تذکرہ ان حضرات کے تذکروں سے طبعاً دلچسپی کا اثر یہ ہے کہ مطالعہ کے لئے وقت نکالا۔ آپ کا مقدمہ بھی پڑھا[۲] اور پوری کتاب پڑھی۔ سید مصطفےٰ صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ تفصیل احقر نے سید الطاف علی صاحب کو خط میں لکھی ہے جو ساتھ ہی ارسال کر رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر اس کو ضرور ملاحظہ فرما لیجئے۔ الجمعیۃ میں تبصرہ شائع کر دیا جائے گا مگر نہ آپ کے لئے مفید نہ ہمارے لئے۔ اس لئے کہ الجمعیۃ پاکستان میں نہیں جاتا۔ اور پاکستان سے کتابیں نہیں آ سکتیں۔ بہر حال تبصرہ تو انشاء اللہ اس ہفتہ میں شائع ہو جائے گا۔ سرکشی ضلع بجنور کی طباعت کی خبر پڑھی تھی[۳]۔ مہربانی فرما کر [۴] پاکستان کے پتے پر ضرور بھجوا دیجئے۔ اور بھائی صاحب[۵] کو بھی مطلع فرما دیجئے۔ احقر خالد میاں سے کہہ دے گا۔ خالد میاں کا سلام بھی قبول فرمائیے۔ والسلام یکم اکتوبر ۶۳ء

نوٹ۔ ہمارے محترم استاد حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری صرف حدیث شریف میں ہی نہیں بلکہ ہر فن میں محققانہ شان رکھتے تھے۔ ان کی تقریروں کا ایک مجموعہ "الحرف الشذی" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس میں

---

[۱] خاکسار کے ذہن میں شیخ محمد تھانوی کا حوالہ تھا انہوں نے اپنی کتاب "تاریخ تھانہ بھون" میں مولانا محمد علی تھانوی کا تفصیلی ذکر کیا ہے دونوں بزرگ ہم جد ہیں۔ اس وقت یہ کتاب غلطی صورت میں تھی۔ خاکسار نے البلاغ کراچی کی تین اشاعتوں میں اس تاریخ (نوشتہ تاریخ تھانہ بھون) کو شائع کرا دیا ہے۔ [۲] تجارتی بنیاد پر کتابوں کے تبادلہ کا ذکر کیا ہے۔ علمی طور سے یہ تحریر نقصان دہ رہا

[۳] خاکسار نے نواب خاں بہادر شہید پر مقدمہ لکھا تھا [۴] خاکسار نے مردان سے اس کا نسخہ حاصل کر کے کراچی سے شائع کرایا تھا [۵] عزیزی نعمت اللہ قادری سلمہ

ایک موقع پر یہ ہے کہ مولانا محمد علی صاحب تھانہ علاقہ بمبئی کے تھے۔[۱] باقی مزید تحقیق احقر کو بھی نہیں ہے لیکن عرف الشذی کی یہ تحریر بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔

---

(۲۸) محترم قادری صاحب دام لطفکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

مزاج گرامی! رمضان شریف کی برکتیں مبارک ہوں اللہ تعالیٰ ان سے بہرہ اندوز ہونے کی توفیق بخشے۔

نوازش نامہ۔ موجب صد شکر

"تازہ تصنیف" مخدوم جہانیاں جہاں گشت" ابھی موصول ہوئی مطالعہ ابھی نہیں کر سکا ہوں مگر آپ نے ایک بہت بڑی ضرورت پوری کر دی ہے۔ جزاکم اللہ۔

مطالعہ سے استفادہ کے بعد کچھ اور عرض کر سکوں گا۔

جناب سید الطاف علی صاحب بریلوی کی معرفت "پانی پت اور بزرگان پانی پت" اور دینی تعلیم کا رسالہ[۱۲] بھیجا تھا امید ہے ملاحظۂ عالی میں پیش ہو چکے ہوں گے۔ والسلام ۲۹ جنوری ۶۴ء ۱۳ رمضان ۸۳ھ

---

(۲۹) محترم قادری صاحب دام لطفکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

مزاج گرامی! گرامی نامہ باعث مسرت ہوا مگر معاف فرمائیے نتیجہ میں قلق و تکدر رہا۔

خیال ہے کہ مفتی صدر الدین آزردہ کا وہ مکتوب[۲] جس کا جناب نے حوالہ طلب فرمایا ہے۔ احقر نے اس کو رئیس احمد صاحب جعفری کی کتاب" بہادر شاہ ظفر" سے نقل کیا ہے۔ احقر نے (اس خیال کی تصدیق کے لئے کتاب تلاش کی۔ مگر افسوس کتاب دستیاب نہیں ہوئی۔ قریباً ڈیڑھ ہزار صفحات کی کتاب ہے بیس روپیہ میں خریدی تھی افسوس ہے وہ گم ہے سخت قلق ہے یہ ابھی بہت تھوڑے عرصے میں دوسرا واقعہ ہے جو اس ضعیف و حزیں کو پیش آیا۔ تفہیمات الٰہیہ مکمل محفوظ تھی اس پر احقر کے بہت سے نوٹ بھی تھے وہ بھی اسی طرح غائب ہو گئی۔ اس کا قلق اور صدمہ ہے۔ دوسرا صدمہ" بہادر شاہ ظفر" نامی کتاب کا۔ بہر حال آپ کو کہیں کتاب مل جائے گی مہربانی فرما کر ملاحظہ فرما لیجئے۔ والسلام ۳۰ اپریل ۶۴ء

---

[۱] العرف الشذی میں ایسا نہیں ہے مولانا نے یادداشت سے یہ لکھ دیا تھا آگے خطوط میں وضاحت کی ہے۔ [۲] مفتی صدر الدین آزردہ کا ایک رودہ مکتوب ہے پہلے "نقد و معارف" میں شائع ہوا تھا جوان کی کتاب "تاریخ قنوج" سے نقل کیا گیا ہے۔ تاریخ قنوج کا خطی نسخہ حبیب گنج کلیکشن (علی گڑھ یونیورسٹی لائبریری) میں ہے۔ خاکسار نے اس کتاب" تاریخ قنوج"، پر ماہانہ سرحد کراچی میں ایک تعارفی مضمون بھی شائع کر دیا ہے۔

(۳۰) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مزاج گرامی! گرامی نامہ سے محترمہ خوش دامن صاحبہ کی وفات کا معلوم ہو کر بیحد رنج ہوا۔ مرحومہ کو اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔ صبر جمیل کے علاوہ نہ کوئی چارہ ہے نہ کوئی ذریعہ تسکین.....

سرکشی ضلع بجنور یعنی اس نام کی کتاب کی طلب عرصہ سے تھی احقر نے ایک قلمی نسخہ سے کاپی کرالی تھی۔ اب آپ حضرات نے اس کو طبع کرا کر تاریخ کی ایک ضرورت کو پورا کر دیا۔ مولانا محمد علی صاحب تھانوی کا ذکر عزت الشذری میں صفحہ ۹۶ پر ہے۔ شیخ ہند کے خواجہ یا عشری ہونے کی بحث بھی ہے باقی یہ بات کہ وہ تھانہ ضلع بمبئی کے رہنے والے تھے، زبانی فرمائی تھی۔ لیکن حتمی اور قطعی طور پر نہیں بلکہ بطور ظن غالب۔

احقر کا خیال ہے کہ کشف الظنون میں آپ کا تذکرہ ہے۔ یہاں کشف الظنون میسر نہیں۔ مراد آباد جانا ہو تو خیال نہیں رہا اگر کہیں مل جائے تو ملاحظہ فرمائیے۔

"پانی پت اور بزرگان پانی پت" کتابستان کی طرف سے پیش ہے قبول فرمائیے اور رسید سے مطلع فرمائیے۔

ندامت کے ساتھ اپنی بدحواسی کی معذرت کرتا ہوں کہ پتہ صحیح یاد نہیں رہا۔ ۱۴۱ تو یاد ہے یہ یاد نہیں کہ آگے نظام آباد ہے یا وحید آباد۔ خالد میاں آج کل میونخ (جرمنی) پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کے حافظہ سے مدد لے لیا کرتا تھا۔ ساجد سلمہ جو آج کل خالد میاں کے قائم مقام ہیں وہ واقف نہیں ہیں۔ عید کی مبارکباد ہر ایک مسلمان دیتا ہے۔ احقر آمد رمضان شریف کی مبارکباد پیش کر رہا ہے۔

---

(۳۱) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بہت طویل عرصہ کے بعد یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ احقر اس عرصے میں بہت زیادہ مشغول ومصروف رہا۔ اس لئے سیرت فریدیہ[۱] کا مطالعہ تو کیا کرتا عریضہ بھی نہیں لکھ سکا۔ اب الحمدللہ کچھ فرصت ملی ہے تو پہلا کام یہی ہے کہ گرامی ناموں کا جواب دے رہا ہوں۔ "عہد زریں" حصہ اوّل اور دوم جو اب تک شائع ہو چکے ہیں ارسال ہیں ملاحظہ فرمائیے۔ رائے عالی سے مطلع فرمائیے اور کچھ احباب کو خریدار بننے کی طرف متوجہ فرمائیے۔ حصہ اول کے ابتدائی صفحات میں نیز اشتہار میں اس کا مقصد واضح کیا گیا ہے۔

---

۵۱ ؎ سرسید احمد خان کی تالیف جو ان کے نانا کے حالات میں ہے خاکسار کی تحریک پر طبع ہوئی تھی اور محبی حکیم محمود احمد برکاتی صاحب نے اس پر ایک تفصیلی مقدمہ لکھا تھا ۵۲ ؎ شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب ازالۃ الخفاء کا توضیحی ترجمہ

سیرت فریدیہ کا مطالعہ کیا۔ سرسید صاحب نے اپنی والدہ محترمہ کے جو چند واقعات اور نصائح درج کئے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ ان کو جیبی شائع کیا جائے۔ باقی سیرت فریدیہ کی قدر و منزلت صرف اس بنا پر ہو سکتی ہے کہ تاریخ کی ایک ٹوٹی ہوئی کڑی اس سے جڑ جاتی ہے اور زمان شاہ کی واپسی کا معمہ حل ہو جاتا ہے۔ یہ ایک طالب علم کے لئے بہت قیمتی چیز ہے۔ مگر عام خریدار اس کی قدر کیا پہچان سکتے ہیں۔ مقدمہ احقر کے مذاق کے مطابق ہے۔ مگر اب احقر ایسی حقیقتوں کی اشاعت کو پسند نہیں کرتا۔ ہندوستان اور پاکستان کے حالات مختلف ہیں ممکن ہے پاکستان میں اس کی اشاعت کارآمد ثابت ہو مگر احقر کے سامنے اپنا ماحول ہے احقر تو یہی عرض کرے گا کہ اب کیچڑ اچھالنے سے کیا فائدہ جس کے ناپاک دھبے اپنے دامن ہی کو گندہ کردیں۔ تلک امۃ قد خلت — لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو

۲ دسمبر ۶۶ء - ۴ شعبان ۸۶ھ

---

(۳۲) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! آپ کی تازہ تالیف "مولانا محمد احسن نانوتوی" سے مستفیض ہوا۔ پھر ایک کارڈ بھی پہنچا۔ خیال یہ تھا کہ کتاب کی رسید میں تبصرہ بھیج دیا جائے۔ چنانچہ تقریباً دس روز ہوئے جب تبصرہ لکھ کر دفتر میں بھیج دیا تھا مگر سابق سنڈے ایڈیشن میں شائع نہیں ہو سکا۔ بہرحال اس وقت ہمرشتہ ہے ممکن ہے دفتر سے اخبار بھی پہنچا ہو۔

تبصرہ لکھنے میں احقر نے مبالغہ نہیں کیا۔ نہ ضمیر کے خلاف الفاظ کی نمائش کی ہے احقر نے دلی جذبہ سے مبارک باد دی ہے اس عریضہ میں بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

احقر کو اپنی لکھی ہوئی کتاب کے متعلق اعتماد نہیں ہوتا کہ اہل علم پسند کریں گے۔ اس وجہ سے پیش کرتے ہوئے جھجک رہتی ہے بہرحال عہد زریں کا حصہ ۵، حصہ ۶ یک جا شائع ہوا ہے ارسال کر رہا ہوں۔ اس کا عنوان غزوۂ بدر کبریٰ ہے اس کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ احقر کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے کم از کم پانچ سو خریدار ہوتے تو چل سکتا تھا مگر ڈیڑھ سو سے زیادہ خریدار نہیں ہوئے جو حصے شائع ہوئے ان میں بھی تقریباً دو ہزار روپیہ کا خسارہ رہا۔ کوئی ادارہ اگر متوجہ ہو جاتا تو یہ سلسلہ چل سکتا تھا اب بھی کوئی ادارہ ہمت کرے تو احقر تکمیل کی کوشش کرے۔ ۶ حصے جو شائع ہوئے ہیں وہ تقریباً ایک ربع ہیں اس طرح کے ۸ا حصے اور ہوں گے۔

بصائر[۱] دوبارہ نہیں آیا۔ تعمیر مکان پر مبارکباد قبول فرمائیے۔ جعفر حسین صاحب دیوبندی سے احقر واقف نہیں ہے

۵؎ کراچی کا سہ ماہی رسالہ جو خاکسار کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔

۲؎ غالب کے سلسلے کے شاعر تھے۔ ان کی قلمی بیاض اور چند چیزیں ملی تھیں مولانا محمد میاں سے ان کے متعلق دریافت کیا تھا۔

کچھ حضرات جن کا تعلق احقر کے خاندان سے بھی تھا وہ بھوپال چلے گئے تھے۔ بچپن میں ایک مرتبہ وہاں سے کچھ حضرات آئے بھی تھے
سید طفیل احمد صاحب مرحوم احقر کے والد صاحب کے خالہ زاد بھائی ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں سید صاحب دیوبند ہی میں حجر الرا
تھے اور احقر کے مکان کے قریب عم اکبر سید ناظر حسن مرحوم کے مکان میں رہا کرتے تھے۔ بھوپال سے یہ حضرات ان کے یہاں
آتے تھے۔ احقر کے مکان کے متصل ایک قطعہ اراضی ہے اس میں ان صاحبان کا حصہ بھی تھا اس سے زیادہ احقر کو معلوم
نہیں۔ آپ مولانا سید محبوب حسن صاحب رضوی بھی احقر کے ہم جد اور قریب کے رشتہ دار ہیں احقر بھی ان کو لکھے گا مگر
آپ کے لکھنے کا زیادہ اثر ہوگا۔ احقر ان سے اس طرح کی فرمائش کرتا رہتا ہے۔ خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔

۱۸ر فروری ۱۹۶۷ء

تبصرہ الجمعیۃ دہلی سنڈے ایڈیشن ۸ر ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ ۱۹ر فروری ۱۹۶۷ء
مولانا محمد احسن نانوتوی۔ از محترم محمد ایوب قادری ایم اے۔ شائع کردہ مکتبہ عثمانیہ۔ پیر الہٰی بخش کالونی کراچی ۵
قیمت مجلد چار روپے۔ صفحات ۲۸۸

محمد ایوب صاحب قادری، ان بلند پایہ مصنفین میں سے ہیں جو تحقیق و تفتیش کے جملہ مراحل طے کرنے کے
بعد قلم اٹھاتے ہیں۔ آپ کو اس ہنگامہ خیز دور کے واقعات اور رجال سے خاص دلچسپی ہے جس کو ۱۸۵۷ء
کا انقلابی دور یا غدر ۱۸۵۷ء کا دور کہا جاتا ہے۔ اس دور کے علماء میں سے مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی
ہیں جو زیر تبصرہ کتاب کا موضوع ہیں۔

جس طرح احیاء علوم الدین، درمختار، کنز الدقائق، حصن حصین بہت مشہور نہایت مفید اور بلند پایہ مستند
کتابیں ہیں اسی طرح ان کے تراجم۔ مذاق العارفین۔ غایۃ الاوطار۔ ارض المسائل۔ خیر متین بھی نہایت مستند
ہیں جو اہل علم کی نظر میں خاص وقعت رکھتے ہیں۔

ان کے مصنفین کی طرح ان کے مترجم کی بھی قدر کی جاتی ہے مگر مترجم کے حالات اور ان کے سوانح
حیات سے اہل علم نا آشنا تھے۔ ان مقبول و مستند بنیادی کتابوں کے جلیل القدر مترجم یہی مولانا محمد احسن نانوتوی
ہیں۔ عربی کے ابتدائی درجات میں مفید الطالبین عام طور پر داخل درس ہوتی ہے وہ بھی آپ ہی کے خامہ
فیض شمامہ کا فیض ہے۔

"عنوان کتاب اگرچہ" مولانا محمد احسن نانوتوی ہے مگر قادری صاحب کا چشمہ فیض عنوان کی حدود میں
محدود نہیں رہا۔ بلکہ مولانا محمد احسن کے علاوہ پچیس حضرات کا مختصر تذکرہ کتاب میں آگیا ہے۔ جس سلسلہ میں کسی
صاحب کا نام آیا ہے ان کا مختصر تذکرہ مقام و سن پیدائش و سن وفات وغیرہ حاشیہ میں دے دیا ہے اس کے
علاوہ ضمیمہ میں حضرت مولانا مملوک علی صاحب۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب۔ اور حضرت مولانا محمد قاسم کی جامع

اور مختصر سوانح حیات درج کر دی گئی ہے۔ اس بنا پر موزوں اور مناسب یہ تھا کہ کتاب کا نام اور عنوان مولانا محمد احسن کے بجائے "علمائے نانوتہ" ہوتا۔

فاضل مصنف نے ان بزرگوں کے متعلق اگرچہ مختصر لکھا ہے مگر جو کچھ لکھا ہے وہ پوری تحقیق کے بعد لکھا ہے۔ اور غیر ضروری بات کوئی نہیں لکھی۔ صرف مغز جمع کر دیا ہے۔ اس مختصر مجموعہ میں ان روایات کی بھی اصلاح ہوگئی ہے جو اگرچہ مولانا عبید اللہ سندھی جیسی عظیم شخصیتوں کی طرف منسوب ہیں مگر حقیقت کے لحاظ سے صحیح نہیں۔ کیونکہ ان حضرات کی روایتیں تخمین و قیاس یا شہرت پر مبنی ہیں اور ایوب صاحب نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا قابل اعتماد حوالہ دیا ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ یہ حضرات جو نہ صرف علمائے دیوبند کے اکابر ہیں۔ بلکہ اگر دیوبندیت کوئی جدا مسلک ہے تو اس کے بانی بھی حضرات ہیں۔ ان کے متعلق ریسرچ اور تحقیق و تفتیش کرنے والا مصنف ہے جو اگرچہ اب پاکستانی ہے مگر اس کا نشوونما ایسے مقام (بدایوں) میں ہوا جو دیوبند اور دیوبندیت کی ضد مانا جاتا تھا۔

بہرحال کتاب ہر لحاظ سے قابل قدر ہے اور اس کے فاضل مصنف مستحق مبارکباد ہیں (مولانا محمد میاں)

---

(۳۳)

محترم و مکرم دام لطفکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مزاج گرامی! بہت طویل عرصہ کے بعد گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ اور جناب نے اقدام فرمایا اس کا مزید شکریہ۔

بہت اچھا ہے آپ ۱۸۵۷ء پر تحریر فرما رہے ہیں کہ تصنیف محققانہ ہوگی اور جو کوتاہیاں اب تک کی تصانیف میں باقی ہیں ان کی تلافی کر دی جائے گی۔ شاندار ماضی جلد چہارم بھی ۱۸۵۷ء کے متعلق ہے وہ پیش نظر رہے تو بہتر ہے۔

آپ اس سے استفادہ تو کیا کرتے اس میں ایک کافی حصہ جناب کے مضامین سے ہی لیا گیا ہے اور اس تحریک کے اسباب و محرکات اور مجاہدین تحریک کے بارے میں کچھ چیزیں سامنے آجائیں گی اور احقر کی رائے غلط ہو تو اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ بشرطیکہ احقر کو بھی مطلع فرما دیں اگر یہ کتاب آپ کے پاس ہو تو احقر یہاں سے بھیج دے مگر گزشتہ سال آپ کے پاس بھیجی گئی ہے اگر پہنچ گئی ہوگی تو شاید محفوظ بھی ہوگی۔ ریشمی رومال کی تحریک نیز پیر پگاڑو کی تحریک کے لئے محققانہ تصانیف کی ضرورت ہے اس طرف بھی توجہ فرمائیے۔ عہد زریں ازالۃ الخفا بترتیب جدید کے صرف چھ حصے ہی شائع ہو سکے۔ دوسری جلد کی کتابت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تصحیح کرنے کی فرصت بخش دے تو صرف طباعت کا مرحلہ باقی رہ جائے گا۔

شفیق فاروقی
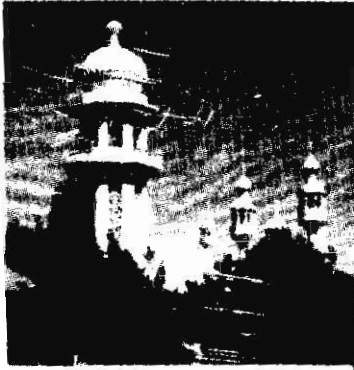
دارالعلوم حقانیہ کے شب و روز

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا سفر کراچی اور اپریشن

اکثر حضرات سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ کی طویل علالت مخفی نہیں۔ شوگر عارضۂ قلب کے علاوہ آنکھوں کی تکلیف اور بینائی کی روز افزوں کمی کے پیش نظر کئی حضرات کے اصرار اور مشوروں سے حضرت مدظلہ ۱۳ر جنوری ۷۹ء کو بذریعہ طیارہ کراچی تشریف لے گئے، مولانا سمیع الحق صاحب ابتدائی انتظامات کے سلسلہ میں پہلے سے وہاں موجود تھے ہوائی اڈہ پر کراچی کے علماء ارباب مدارس اور حضرت کے معتقدین موجود تھے۔ ابتداءً آپ کو جناح ہسپتال کے شعبۂ امراض قلب میں رکھا گیا۔ جہاں کی انتظامیہ ڈاکٹر حضرات بالخصوص ڈاکٹر عبدالصمد صاحب، ڈاکٹر سرجن رحمان صاحب حضرت کی ہر ممکن آرام و راحت اور علاج وغیرہ میں پیش پیش رہے، اس دوران مشہور ماہر امراض چشم جناب ڈاکٹر پروفیسر ٹی۔ ایچ کرمانی صاحب (جنہوں نے حضرت کی آنکھوں کا علاج کرنا تھا) نے امریکہ کے مہمان ڈاکٹر کیلیے فورنیا یونیورسٹی کے پروفیسر اوملی کے ساتھ مل کر حضرت مدظلہ کی آنکھوں کا تفصیلی معائنہ کیا اور اپریشن کو بینائی کی بحالی کیلئے مفید قرار دیا اس کے بعد ڈاکٹر کرمانی صاحب کی خواہش پر ۱۶ر جنوری ۷۹ء کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو شعبۂ امراض قلب سے جناح ہسپتال کے اسپیشل وارڈ کے وی آئی پی روم ۱ میں منتقل کر دیا گیا جبکہ حضرت مدظلہ تادم تحریر اسی کمرہ میں زیر علاج ہیں۔

۲۱ر جنوری کو جناح ہسپتال میں ڈاکٹر کرمانی صاحب نے حضرت کی بائیں آنکھ کا اپریشن کیا اس وقت امراض قلب کے سرجن رحمان صاحب جناح ہسپتال کے ڈاکٹر جنرل جناب قریشی صاحب وغیرہ بھی از راہ محبت آخر تک موجود رہے۔ شوگر کے کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے آنکھ سے پٹی کھولنے میں کافی دن لگ گئے۔ اب آنکھ کا زخم مندمل ہو چکا ہے۔ مگر بینائی میں بتدریج افاقہ ہو رہا ہے، تاحال خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ڈاکٹروں کو کافی حد تک فائدہ کی توقع ہے۔ حضرت کی دائیں آنکھ کا اس سے قبل دو دفعہ پشاور اور ولینڈنی میں اپریشن ہو چکا ہے مگر وہ بے کار ہو چکی ہے۔ حضرت کے معالج اس آنکھ کا بھی ایک بار پھر اپریشن کرنا

جاتے ہیں۔ اسی اثناء میں جناح ہسپتال کے ڈاکٹر شفقت صاحب۔ مسز زہرہ صاحبہ اور ڈاکٹر عبدالصمد سرجن رحمان اور باقی حضرات دیگر عوارض کے علاج معالجہ میں نہایت محبت اور دلی تعلق کے ساتھ مصروف ہیں۔ اور ہسپتال کا پورا عملہ اور انتظامیہ حضرت کی خاطر مدارات کو ایک سعادت سمجھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ اہالیان نے کراچی نے بھی حضرت مدظلہ کے قیام کراچی کو غنیمت سمجھ لیا ہے۔ اور ہر وقت علماء، صلحاء، دانشور، جدید تعلیم یافتہ طبقہ، طلباء و مدارس عربیہ، مشائخ کرام، فضلاء دارالعلوم حقانیہ، دیندار مسلمان، سیاسی زعماء۔ وزراء۔ عمائدین ملک کا حضرت کی زیارت کے لئے تانتا لگا رہتا ہے۔ نہ صرف کراچی بلکہ اندرون سندھ کے دور دراز سے بھی حضرت کے عقیدت مند زمانۂ دیوبند کے تلامذہ زیارت و عیادت کے لئے آتے رہتے ہیں مولانا سمیع الحق صاحب (ایڈیٹر الحق)، مولانا انوار الحق صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ اور احقر بھی ساتھ ہی رہے۔

اب حضرت کے دوسرے فرزند پروفیسر محمود الحق حقانی بھی کراچی پہنچ چکے ہیں۔ کراچی میں مقیم دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء کرام بھی حضرت کی خدمت میں پیش پیش ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو اجر جزیل عطا فرماوے یہاں کے اہم اخبارات بالخصوص روزنامہ جنگ اور روزنامہ جسارت بھی شکریہ کے مستحق ہیں جو حضرت کی رفتار صحت اور دیگر تفصیلات برابر شائع کرتے رہے، وفاقی وزراء میں وزیر بلدیات جناب محمد زمان خان اچکزئی، جناب پروفیسر غفور احمد صاحب وزیر پیداوار جناب محمود اعظم فاروقی صاحب وزیر اطلاعات جناب الحاج صبح صادق کھوسو، وزیر صحت جناب فدا محمد خان صاحب، وزیر تعمیرات بھی ہسپتال آئے اور حضرت کی عیادت کی۔

کراچی میں ایڈیٹر الحق کی سرگرمیاں

کراچی میں بحمد اللہ فضلاء دارالعلوم حقانیہ کی ایک بڑی تعداد درس و تدریس امامت و خطابت، دعوت و تبلیغ اور اہتمام و انتظام مدارس و معاہد میں مصروف پائی گئی، ان حضرات نے جناب ایڈیٹر الحق کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ دیگر تعلیمی اداروں، تنظیموں اور قارئین الحق کی دعوت پر بھی آپ استقبالی اور دعوتی پروگراموں میں شرکت کرتے رہے جسکی مختصر رپورٹ پیش خدمت ہے۔ آئندہ کسی اور موقع پر فضلاء دارالعلوم حقانیہ اور ان کی خدمات و مشاغل کا مفصل ذکر کیا جائے گا۔

۱۹ر جنوری۔ جمعہ کا دن تھا، مولانا حسین احمد صاحب حقانی جو دارالعلوم کے نہایت سرگرم اور مخلص فضلاء میں سے ہیں جو دینی سیاسی و ملی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے ہیں اور مستقل طور پر حضرت کی خدمت میں حاضر رہے کی دعوت پر مولانا سمیع الحق صاحب نے جمعہ کی نماز بلدیہ ٹاؤن سوات کالونی کی مسجد رحمانی میں پڑھائی اور گھنٹہ سوا گھنٹہ خطاب ہوا۔

۲۰ر جنوری۔ کراچی میں مقیم فضلاء حقانیہ کے اجلاس کی صدارت اور تنظیم کا قیام عمل میں آیا۔ ۲۵ر جنوری بعد از نماز عشاء ناظم آباد کی جامعہ مسجد قدسیہ میں آپ نے قرآن حکیم کا اختتامی درس دیا۔ یہاں کے خطیب مولانا قاری عبدالباعث صاحب فضلاء حقانیہ میں سے ہیں، آپ کافی عرصہ سے بعد از عشاء قرآن کریم کا درس دیتے رہے، آج اختتامی تقریب تھی

مولانا سمیع الحق صاحب نے ڈیڑھ گھنٹہ تک تقریر اور درس سے حاضرین کو محظوظ کیا۔

۲۶ر جنوری ـــــ مولانا نے حضرت مولانا اسفندیار صاحب سوادِ اعظم اہلِ سنّت کی دعوت پر ان کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ سے قبل بدعت و سنّت کے موضوع پر خطاب ہوا اس کے بعد ۳ بجے آپ جمعیۃ الطلباء اسلام کراچی کی دعوت و انتظام پر محمود آباد کراچی گئے جہاں جمعیۃ کے کارکن بڑی تعداد میں موجود تھے۔ مولانا نے "اسلام اور عصرِ حاضر کے تقاضے" کے موضوع پر مختصر خطاب کیا اور جمعیۃ کی دعوتِ چائے میں شرکت کی عشاء کے بعد آپ نے فرنٹیئر کالونی کی مسجد ربّانی میں مولانا عبدالوحید صاحب حقانی کی دعوت پر اجتماع سے خطاب کیا۔ مولانا عبدالوحید صاحب جامعہ رحمانیہ لی مارکیٹ میں تدریس میں بھی مصروف ہیں۔ اس اجتماع میں علاقہ کے علاوہ آس پاس سے بھی بڑی تعداد میں مشتاقین دید آئے ہوئے تھے۔

۲۷ر جنوری ـــــ بعد از نمازِ عشاء مولانا سمیع الحق صاحب نے جمعیۃ العلماء اسلام کراچی کے نڈر مجاہد اور سرگرم امیر حضرت مولانا زکریا صاحب فاضل دیوبند کیطرف سے دیئے گئے عشائیہ میں شرکت کی، مولانا موصوف نے کراچی کے مدارس اور اہلِ علم کو بڑی تعداد میں مدعو کیا تھا۔ مختصر خطاب بھی ہوا اور کافی دیر تک اہل علم کی پُر رونق محفل رہی، مولانا زکریا صاحب پچھلی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں اس وقت کے مارشل لاء اور مشین گنوں کو پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے ریڈ لائن کو پار کرنے کی جرأت پر پوری قوم سے لوہا منوا چکے ہیں۔ مولانا نے مہمانِ خصوصی کا نہایت شاندار کلمات سے خیر مقدم کیا اور مولانا نے تقریر میں ان کی جرأت مومنانہ کو حضرت مدنیؒ سے گہرے تعلق اور کفش برداری کا فیض قرار دیا۔

۲۸ر جنوری ـــــ مولانا حسین احمد صاحب ناظم جمعیۃ العلماء اسلام اعظم بستی کی دعوت پر آپ نے اعظم بستی کے ظہرانہ میں شرکت کی یہاں کی جمعیت العلماء اسلام کے کارکن جمع تھے۔ آپ نے پونے گھنٹہ تک خطاب کیا اور ایک حادثہ میں شہید ہونے والے جمعیۃ کے ایک سرگرم ایڈوکیٹ کارکن کی وفات پر اظہارِ تعزیت کیا۔

۲۹ر جنوری ـــــ مدرسہ مخزن العلوم بنارس کالونی کے جلسۂ دستار بندی میں شرکت کی اور حضرت الامیر مولانا درخواستی صاحب مدظلہٗ کی آمد تک گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سیرت طیبہ کے علمی اور عرفانی پہلوؤں پر خطاب کیا یہ مدرسہ مولانا منظفر الدین صاحب چلاتے ہیں جو دارالعلوم حقانیہ میں زیرِ تعلیم رہے ہیں۔

۳۰ر جنوری ـــــ کراچی کے مضافاتی علاقہ سہراب گوٹھ کے مکینوں کی پر زور خواہش پر آپ نے بعد از عشاء وہاں کے جلسۂ استقبالیہ میں شرکت کی اور مسجد اکاخیل میں حاضرین سے خطاب کیا۔ یہاں افغانی اور قبائلی حضرات کی ایک بڑی تعداد آباد ہے۔ بعض اختلافی مسائل کی وجہ سے ان لوگوں میں اختلافات پیدا ہو رہے تھے مولانا نے انہیں بھی ختم کرنے کی سعی کی۔

یکم فروری ——— لانڈھی معین آباد میں جامعہ عثمانیہ مولانا اقبال اللہ صاحب ہزاروی فاضل حقانیہ اور ان کے مخلص رفقاء کے مساعی سے مصروف خدمت ہے۔ مولانا موصوف کی دعوت پر آپ یہاں تشریف لائے زیر تعلیم طلباء نے دینی استعداد و صلاحیت کا بہترین مظاہرہ کیا۔ مولانا نے فضیلت علم پر تقریر کی۔

۲ر فروری ——— آپ نے مولانا عبدالرحمان رحمانی صاحب مہتمم و بانی مدرسہ رحمانیہ کی دعوت پر پی ای سی ایچ سوسائٹی کی جامع مسجد رحمانیہ میں جمعہ کا خطبہ دیا، اور گھنٹہ سوا گھنٹہ خطاب ہوا، نماز جمعہ کے بعد آپ نے مدرسہ کا معائنہ بھی کیا اور مولانا رحمانی صاحب کیطرف سے دیئے گئے پر تکلف ظہرانہ میں شرکت کی۔

۳ر فروری ——— کراچی کا خالقدینا ہال جنگ آزادی میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر وغیرہ کے مجاہدانہ بیانات اور مقدمہ کراچی کی وجہ سے شہرت دوام حاصل کر چکا ہے۔ اس تاریخی ہال میں پاکستان سنی کونسل کے زیر اہتمام ان دنوں ہر روز محافل سیرت منعقد ہو رہی تھیں۔ مولانا سمیع الحق سنی کونسل کی دعوت پر آج رات خالقدینا ہال کے اس اجتماع کے مہمان خصوصی اور صدر مجلس تھے۔ آپ سے قبل مولانا خان محمد ربانی اور پھر جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب لاہور کی مبسوط تقریر ہوئی، مولانا سمیع الحق نے اختتامی خطاب فرمایا اور سیرت طیبہ کی جامعیت اور ہمہ گیری پر مختصر مگر جامع روشنی ڈالی۔

۶ر فروری ——— جامعہ حمادیہ ڈرگ کالونی کراچی میں ایک اہم دینی مدرسہ ہے۔ اس کے مؤسس مہتمم حضرت مولانا حماد اللہ صاحب قدس سرہٗ ہالیجی شریف سے ان کا تعلق ہے اور جامعہ بھی انہی کے نام نامی سے معنون ہے۔ آج جامعہ کیطرف سے مولانا سمیع الحق صاحب کو استقبالیہ دعوت دی گئی تھی۔ نماز ظہر کے بعد جامعہ کی مسجد کے وسیع ہال میں جامعہ کے اساتذہ طلباء اور عام مسلمانوں کے مجمع میں مولانا کا فضیلت علم اور علمی ذمہ داریوں پر طلبہ سے خطاب ہوا، طلباء کی معقول تعداد یہاں زیر تعلیم ہے۔

۷ر فروری ——— ڈرگ کالونی ہی میں کراچی کا ایک وسیع علمی مرکز جامعہ فاروقیہ کی شکل میں آباد ہے جو علمی معیار اور طلباء کی محنت و لگن اور کثرت کے لحاظ سے بڑی تیزی سے شہرت پا رہا ہے۔ یہاں کے مہتمم حضرت مولانا سلیم اللہ صاحب فاروقی فاضل دیوبند حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے بھی قریبی مخصوص تلامذہ میں سے ہیں، مدرسہ اپنی دینی حمیت قومی و ملی مسائل میں شغف اور اس کے مہتمم دینی حمیت و تصلب اور سیاسی علمی و سماجی سرگرمیوں میں انہماک کی وجہ سے ممتاز مقام پا چکا ہے۔ مدرسہ میں طلباء کی غیور اور جسور تنظیم حزب اللہ سواد اعظم کے نام سے قائم ہے جامعہ اور پھر اس تنظیم کیطرف سے آج یہاں مولانا سمیع الحق صاحب کو دعوت استقبالیہ دی گئی۔ نماز ظہر کے بعد عالم طلباء علوم نبوت اور نئے دور کے تقاضے اور ذمہ داریوں پر مولانا سمیع الحق صاحب نے تقریر کی۔ شاندار مسجد کا وسیع ہال علماء و طلباء سے بھرا ہوا تھا۔ حزب اللہ کے منتظمین کے علاوہ حضرت مولانا سلیم اللہ صاحب نے بھی

خطاب فرمایا۔

۸ فروری ــــ نماز جمعہ مولانا سمیع الحق صاحب نے ڈیفنس سوسائٹی کی نئی شاندار تعمیر شدہ مسجد جامعۃ الصدیق میں پڑھائی، یہ مسجد ابوظہبی والوں کے تعاون سے حال ہی میں تعمیر ہوئی ہے۔ پڑھے لکھے سرکردہ حضرات کا مجمع تھا۔ مولانا نے سیرت طیبہ کے بعض گوشوں پر مؤثر انداز میں تقریر کی، یہ پروگرام جناب شیخ رشید احمد صاحب پاکستان چین فیکٹری کی دعوت پر ہوا۔

۹ فروری ــــ بعد از نماز عشاء صابری مسجد کوئلہ گودام بہار کالونی میں مولانا عبدالقدیم صاحب فاضل حقانیہ کی دعوت پر خطاب ہوا۔

۱۰ فروری ــــ انجمن تعلیم القرآن کراچی کے زیر اہتمام جامع مسجد حنفیہ ملیر کالونی میں حفظ قرآن کے جلسہ تقسیم اسناد و دستاربندی تھا۔ مولانا نے قرآن کریم کی اہمیت اور فضیلت پر اجتماع میں خطاب کیا۔

۱۸ فروری ــــ مولانا سمیع الحق صاحب نے آج مولانا قاری فضل ربی ندوی کی دعوت پر ان کے ممتاز اشاعتی ادارہ مجلس نشریات و تحقیقات اسلام کا معائنہ کیا اور مولانا کے ظہرانہ میں شرکت کی مجلس نشریات، پاکستان میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی تصانیف و مطبوعات کی اشاعت کا بہترین کام کر رہا ہے۔

تنظیم فضلاء حقانیہ کراچی کراچی میں مقیم فضلاء دارالعلوم حقانیہ نے مسلک و مشرب کے تحفظ اور علمی و دینی کاموں میں باہمی ارتباط و استحکام کے لئے ایک اجتماع میں اپنی تنظیم قائم کی مولانا عزیز الرحمان صاحب حیدری میرپور خاص اور مولانا حسین احمد صاحب ہزاروی حقانی اس کام میں پیش پیش رہے۔ انتخابات عہدہ داران یہ ہیں :-

۱۔ صدر مولانا حسین احمد حقانی بلدیہ ٹاؤن۔

۲۔ جنرل سیکرٹری مولانا عزیز الرحمان ادارۂ فروغ عربی میرپور خاص و کیماڑی کراچی۔

۳۔ سیکرٹری مولانا عبدالوحید ہزاروی حقانی فرنٹیر کالونی نائب صدر مولانا قاری عبدالباعث جامعہ قدسیہ ناظم آباد۔

۴۔ خزانچی مولانا عبدالقدیم حقانی صاحب، بہار کالونی ناظم نشر و اشاعت مولانا روح الحق حقانی۔

آپکو بہترین معیار کی جستجو ہے تو آپکا موزوں ترین انتخاب' بے مثال لِنن اور انمول پاپلین

'بے مثال' لِنن اور 'انمول' پاپلین' دیدہ زیب' دیرپا' اعلیٰ معیار اور نفاست میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ان کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں۔

- پولی ایسٹر اور ریان سے تیار شدہ
- سُکڑنے سے محفوظ (Evaset)
- مرسرائزڈ' آب و تاب
- شِکنوں سے مبرّا
- واش اینڈ ویئر (دھلائی آسان' استری سے بے نیاز)
- دیرپا فنش
- ہر گز پر تیار کنندگان کی مہر
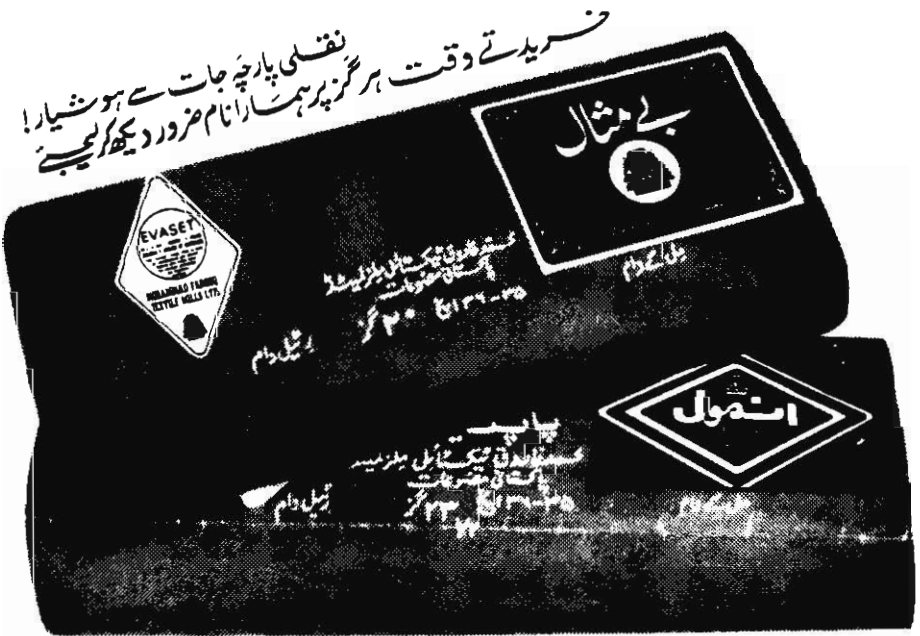
آپکے ذوق کیلئے۔ آپ کی زیبائش کیلئے

محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

نشاط ہاؤس' آئی آئی چندریگر روڈ' کراچی۔

فون: ۲۳۱۵۲۲ - ۲۳۳۰۵۸ - ۲۳۹۹۶۷

MFTM - 6 - 75 ASIATIC

with compliments
from
MEHRAN SUGAR MILLS
LIMITED

ا د ا ر ہ

تبصرۂ کتب

ہدایۃ الممتری عن غوایۃ المفتری | از مولانا عبد الغنی خان پٹیالوی ؒ صفحات ۲۳۸
قیمت غیر مجلد ۱۲ روپے مجلد ۱۸ روپے ناشر مجلس تحفظ ختم نبوت تغلق روڈ ملتان

علماءِ امت نے قادیانیت کے کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا، پاکستان میں مجلس تحفظ ختم نبوت اس فتنہ ضالہ کے علمی تعاقب میں اکابر علماء کے اہم تصانیف کو شائع کرتی رہی ہے۔ مگر پیش نظر کتاب کی خصوصیت اسلامی اور قادیانی عقائد کا وہ تقابلی انداز ہے جو صفحہ کے دو کالموں میں نمایاں کیا گیا ہے اور اس طرح قادیانیوں کے غیر اسلامی کفریات وخرافات کا پورا مکمل خاکہ سامنے آگیا ہے جس سے قادیانیوں کے اسلام سے کسی بھی مقام پر خروج وانحراف واضح طور پر سامنے آجاتی ہے۔ قادیانی آج کل حیات مسیح اور ختم نبوت کے مسائل پر طرح طرح کے شبہات ووساوس اٹھاکر نوجوان نسل کو ورغلانے میں مصروف ہیں۔ ہمارے مدارس کے اکثر علماء وفضلاء بھی ان مسائل میں پوری درک نہ رکھنے کی وجہ سے قادیانی وساوس کا جواب دینے سے قاصر رہتے ہیں پیش نظر کتاب میں نہایت علمی انداز میں قادیانیت سے متعلق گویا پورا اسلامی علم کلام آگیا ہے کوئی اس کا مطالعہ کرکے قادیانی وساوس اور وسیسہ کاریوں سے پوری طرح باخبر ہوسکتا ہے اور مناسب ہے کہ اس کتاب کو عربی مدارس کے مطالعاتی نصاب میں شامل کیا جائے خدا تعالیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ان مساعی جمیلہ کو زیادہ سے زیادہ بار آور بنا دے۔

الرشید مدنی ؒ و اقبال نمبر | ادارت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی صفحات ۴۷۲ قیمت ۲۰/ روپے

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کا ماہنامہ الرشید دار العلوم دیوبند کے بارہ میں اپنے عظیم الشان خصوصی اشاعت کی وجہ سے شہرت دوام حاصل کرچکا ہے پیش نظر خصوصی اشاعت بھی نقش اوّل سے کم نہیں کچھ اقبالی مجرم اپنے خبث باطن کا مظاہرہ جا و بے جا حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنی ؒ کے بارہ میں اقبال ؒ کی ایک رباعی کو اچھال اچھال کر کرتے رہتے ہیں جب کہ مرحوم اقبال خود اس پر تائب ونادم ہوچکے تھے الرشید نے پیش نظر ضخیم شمارہ میں اس موضوع پر نہایت تحقیقی اور مستند مواد فراہم کرکے پوری امت اور علماء حق کیطرف سے فرض کفایہ ادا کردیا ہے تاریخ کے ہر طالب علم کو عموماً اور مدارس عربیہ سے وابستہ افراد کو خصوصاً اس نمبر کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہیئے۔

پاکستان نیوی

پاکستان نیوی کی ایجوکیشن برانچ میں شارٹ سروس کمیشن حاصل کرنے کیلئے درخواستیں مطلوب ہیں۔

اہلیت :

- ا۔ قومیت : پاکستان کے مرد شہری جن کی پاکستان میں قیام کی مدت تین سال سے زائد ہو۔
- ب۔ عمر : ۳۰ مارچ ۱۹۷۹ء کو ۲۱ اور ۲۸ سال کے درمیان
- ج۔ تعلیمی معیار : ایم۔اے/ ایم ایس سی (سیکنڈ ڈویژن) انگلش / ریاضی / فزکس کیمسٹری / اُردو / اسلامک اسٹڈیز / لائبریری سائنس میں کسی منظور شدہ یونیورسٹی سے پاس ہونا لازمی ہے۔ ایم۔اے (انگلش) تھرڈ ڈویژن بھی درخواست دے سکتے ہیں۔

طریقۂ انتخاب :

- ا۔ طبّی معائنہ : اہل امیدواروں کا طبّی معائنہ ان کی رہائش گاہ کے کسی نزدیک ترین نیول ہسپتال میں کرایا جائے گا۔
- ب۔ انٹرویو : طبّی طور پر کامیاب امیدواروں کا انٹرویو نیول سلیکشن بورڈ کرے گا۔

کمیشن :

حتمی طور پر منتخب شدہ امیدواروں کو پانچ سال کے لئے کمیشن دیا جائے گا جس کی معیاد میں مزید توسیع بھی ہو سکتی ہے۔

رینک اور سینیارٹی :

حتمی طور پر کامیاب اُمیدواروں کو ایکٹنگ سب لیفٹیننٹ کا رینک دیا جائیگا۔ عملی تعلیم اور تدریسی تجربہ (کالج/یونیورسٹی) رکھنے والے امیدواروں کو اینٹی ڈیٹ سنیارٹی یا برتر رینک بھی دیا جا سکتا ہے۔

مستقل کمیشن :

ابتدائی شارٹ سروس کمیشن کے اختتام پر موزوں امیدواروں کو مستقل کمیشن بھی مل سکتا ہے۔

نا اہلیت :

- ا۔ امیدوار جو آئی ایس ایس بی یا نیول سلیکشن بورڈ سے دو مرتبہ مسترد کر دیے گئے ہوں۔
- ب۔ امیدوار جو آرمی/نیوی/ایئر فورس کے تربیتی اداروں سے نکال دیئے گئے ہوں۔
- ج۔ ایسے افراد جو مسلح افواج سے طبّی نا اہلیت یا غیر معیاری کارکردگی کی بنا پر نکال دیئے گئے ہوں۔
- د۔ امیدوار جو سرکاری ملازمت سے برخاست کر دیئے گئے ہوں۔
- ہ۔ امیدوار جو کسی عدالت سے اخلاقی جرم میں سزا پا چکے ہوں۔

تنخواہ اور دیگر الاؤنس :

عہدہ	تنخواہ
ایکٹنگ انسٹرکٹر سب لیفٹیننٹ	۱۰۰۰ روپے
انسٹرکٹر سب لیفٹیننٹ	۱۰۵۰ سے ۱۲۰۰ روپے
انسٹرکٹر لیفٹیننٹ	۱۱۵۰ سے ۱۶۰۰ روپے
انسٹرکٹر لیفٹیننٹ کمانڈر	۱۵۵۰ سے ۲۳۰۰ روپے
انسٹرکٹر کمانڈر	۲۰۵۰ سے ۲۵۰۰ روپے
انسٹرکٹر کیپٹن	۲۵۵۰ سے ۲۷۵۰ روپے

اس کے علاوہ

- آؤٹ فٹ الاؤنس : ۲۱۰۰ روپے بھرتی ہونے پر ایک مرتبہ
- کٹ الاؤنس : ۲۲۵ روپے ماہوار
- لوکل کمپنسیٹری الاؤنس : تنخواہ کے دس فیصد کے حساب سے زیادہ سے زیادہ ۲۰۰ روپے ماہوار تک
- ★ آمد و رفت الاؤنس : ۳۰ سے ۱۵۰ روپے ماہوار
- ★ ڈسٹربنس پے : ۱۵۰ سے ۲۵۰ روپے ماہوار
- ★ کوالیفیکیشن پے : ۷۵ سے ۱۰۰ روپے ماہوار
- ★ اسٹاف/چارج پے : ۷۵ سے ۲۰۰ روپے ماہوار
- ★ اسپیشل ایجوکیشن الاؤنس : ۷۵ سے ۲۰۰ روپے ماہوار (★ بصورتِ اطلاق)

درخواستوں کے فارم اور دیگر معلومات کے لئے مندرجہ ذیل دفاتر سے رجوع کیجئے۔

1. نیول ہیڈ کوارٹرز (ڈائریکٹوریٹ آف ریکروٹمنٹ) اسلام آباد۔
2. نیول ریکروٹنگ آفس پی۔این فلیٹ کلب، اقبال شہید روڈ۔ کراچی۔
3. نیول ریکروٹنگ آفس ڈی/۸۵ روڈ نمبر ۶۔ سیٹلائٹ ٹاؤن۔ راولپنڈی۔

آخری تاریخ

نیول ہیڈ کوارٹرز [illegible] میں درخواستیں وصول کرنے کی [illegible] ۳۰ مارچ ۱۹۷۹ء ہے۔

وَمَآ اَرسَلنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلعٰلَمِينَ
سورۃ انبیا : آیت : ۱۰۷
اور ہم نے آپ کو سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا

A ELEC COMPANY
پاکستان انجنیئرنگ کمپنی لمیٹڈ
پیکو

REGD-NO.P-90